(سلسلہ اشاعت نمبر ۵)

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً
پ۳ ع ۱۱

یہ وہی ۳½ گھنٹے کی معرکتہ الآراء مکمل تقریر ہے جو
بتوفیق رب البریہ مسئلہ "تقیہ" پر ۲۸ جنوری ۱۹۲۳ء
بروز اتوار امام باڑہ نتھے شاہ صاحب مرحوم
اندرون موچی دروازہ لاہور میں
عالیجناب صدر المفسرین بدر المحدثین حجۃ الاسلام والمسلمین نائب الائمۃ
المعصومین سرکار شریعتمدار حضرت علامہ السید علی الحائری صاحب
قبلہ مجتہد العصر والزمان دام ظلہ العالی نے تقریباً سات ہزار مختلف المذاہب
کے مجمع عام میں کی اور موضوع "تقیہ" کو قرآنی پانچ آیتوں سے ثابت
کرتے ہوئے بیسیوں معتمدہ کتب اہلسنت کی عبارتیں پڑھ کر سنائیں
جسکا فوری اثر یہ ہوا کہ اسی جلسہ عام میں تین نفر سنیوں نے کھڑے
ہو کر شیعہ مذہب قبول کرنیکا اعلان کیا

الموسوم بہ

موعظۂ تقیہ

جس کو
اراکین شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور ساعدھم اللّٰہ
وایدھم کی درخواست پر
ذرۂ بیمقدار
خاکسار سید محمد رضی الرضوی القمی نے بسعی بلیغ مرتب کیا
اور

استفادہ عامۂ اہل اسلام کی غرض سے شیعہ ینگمین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور نے
ماہ مارچ ۱۹۲۳ء میں شائع کیا
بپرکاش سٹیم پریس لاہور میں سردار کرم سنگھ پرنٹر کے چھپا

بار اول ۱۵۰۰ — قیمت فی جلد ۵ ر

خواب گراں سے چونکو ہندوستان والو — پستی میں کیوں پڑے ہو اونچے نشان والو
کب تک یہ آہ و ذلت اے عز و شان والو — کب تک یہ خواب غفلت سونے کی کان والو

خلد بریں کے جھونکے تم کو جگا رہے ہیں
رحمت کے آسماں سے پیغام آ رہے ہیں

اُٹھ کر ذرا تو دیکھو دنیا کا رنگ کیا ہے — رفتار کیا جہاں کی قوموں کا ڈھنگ کیا ہے
ہے حفظ وضع کیا شے ناموس و ننگ کیا ہے — ایثار نفس کیا ہے قومی اُمنگ کیا ہے

قوموں کی ہے ترقی کا کچھ تو راز آخر
الفت میں دیں کی کر دو دلکو گداز آخر

پنجاب و ہندوستان میں شیعہ مشن کی ضرورت

ہندوستان کے تمام مذاہب پر نظر ڈالئے کوئی بھی ایسا بد نصیب فرقہ نہ ملے گا جس نے اپنے مذہب کے تحفظ اور اشاعت کے لئے باقاعدہ مشن کا انتظام نہ کیا ہو۔ خاصکر آریوں قادیانیوں اور عیسائیوں کی جماعتوں پر نظر ڈالئے کہ انہوں نے چند روز کے اندر کیا کچھ ترقی نہ کرلی یہ صرف اُن کے مشنریوں کی بدولت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ایک ہم ہیں جو اس روشنی اور آزادی کے زمانہ میں خواب غفلت میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ اے قوم اور مستغنی قوم اب تو خواب غفلت سے بہت جلد بیدار ہو جا اور اپنے پچھلے دقیانوسی خیالات کو گلدستۂ طاق نسیان بنا دے اور ذرا دیکھ کہ دنیا بھر کی قومیں اپنے اپنے مذہب کی ترقی و بہبودی کی راہیں ڈھونڈھ رہی ہیں تو بھی اپنے پراگندہ شیرازہ کو جمعیت خاطر سے ملا دے۔ کیونکہ تیرے واسطے زمانہ حریت عین نعمت غیر مترقبہ ہے۔

اے میرے قومی معززو آپ کی غیرت کہاں کافور ہوگئی آپ کی روحانیت کیوں ضائع ہو گئی آؤ نیند سے بیدار ہو جاؤ، آج بیرو نجات میں شیعہ مشنریوں کی اشد ضرورت ہے اس تھوڑے سے کام کو کر گذرو۔ لہذا بدیں غرض مجلس منتظمہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور نے اس کا بیڑا اُٹھایا ہے اور یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ چونکہ پنجاب شیعہ مشن عرصہ سات سال سے لاہور میں قائم ہے جس نے اتنے قلیل عرصہ میں نمایاں ترقی کی ہے جو قابل داد ہے دینی امورات کو انجام دینے کی وجہ سے مقبول عام کا فخر حاصل کر چکی ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اسی کے سلسلۂ تبلیغ کو وسیع کیا جائے جو بیرون جات میں بھی آزادانہ طور پر تبلیغ کر سکے۔ اس لئے جملہ مومنین کی خدمت بابرکت میں مودبانہ گذارش ہے کہ اس نیک اور احسن کام کو زیر نظر رکھ کر اپنی اور دیگر مومنین کی مکمل فہرست معہ نام و پتہ روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سالانہ چندہ صرف ۸ ر اور داخلہ فیس صرف ۲ ر ہوگا۔ پنجاب شیعہ مشن کے مطبوعہ مکمل اغراض مقاصد مومنین کی فہرست آنے پر روانہ خدمت ہونگے

نیاز مند حکیم شیخ بہادر حسین آنریری سیکرٹری ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور

باسمہ سبحانہ

مجلس علمیہ وعظ

موضوع مسئلہ تقیہ

عرصہ دراز سے برادران اہلسنت وجماعت تحریراً اور تقریراً فرقہ ناجیہ شیعہ کو مسئلہ "تقیہ" میں طعن کرتے چلے آئے ہیں۔ بادی النظر میں ہر عقلمند ان کے اس رویہ سے یہی سمجھ سکتا ہے کہ حضرات اہلسنت نہ "تقیہ" کے قایل ہیں نہ عامل۔ حالانکہ شیعوں سے کہیں زیادہ سنیوں میں "تقیہ" کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ تقیہ کا ماخذ صرف حدیث نہیں ہے جس سے اختلاف فریقین کا احتمال ہوسکے بلکہ ماخذ "تقیہ" احادیث کے علاوہ قرآن مجید ہے پھر وہ بھی ایک آدھ آیت نہیں بلکہ کامل پانچ آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک مستقلاً ماخذ تقیہ ہے اس لئے اکابر علماء محدثین اور مفسرین فریقین نے بصریح العبارہ دون التلویح والاشارہ متفقہ طور پر "تقیہ" کو نہ صرف تسلیم ہی کر لیا ہے بلکہ بسط اور تفصیل کے ساتھ کثرت سے براہین قاطعہ اور دلایل ساطعہ ضرورت "تقیہ" پر کتب معتمدہ احادیث۔ تفاسیر اور تواریخ اہلسنت میں مرقوم ہیں اور مشرح موجود ہیں اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت "تقیہ" ناجائز ہے مگر ضرورت کے وقت جب جان کا خوف ہو تو عقلاً۔ نقلاً۔ قرآناً اور حدیثاً فریقین میں ہر طرح تقیہ واجب ہے اور یوں تو فطرتاً بنی نوع خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو بوقت خوف "تقیہ" کر لیتا ہے۔ برادران اہلسنت میں جہاں خوف جان کے لئے "تقیہ" کر لینا ضروری ہے۔ خوف مال کے لئے بھی "تقیہ"

کرنا لازمی ہے جیسا کہ جناب قبلہ وکعبہ کی تقریر میں آپ اس حوالہ کو بوضاحت تمام پائیں گے۔

اراکین انجمن دائرۃ الاصلاح اور انجمن معین الاسلام پر کس قدر افسوس ہے کہ وہ اپنے گھر سے بالکل ہی ناواقف اور بے علم ہونے کے باوجود ملت بیضاء اور شریعت غرّا کے ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں اور کوئی پڑھا لکھا سنی ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ او نادانو؟ تم خواہ مخواہ شیعوں کو چھیڑ چھیڑ کر کیوں تیرہ سو برس کے درپردہ مطاعن صحابہ اور مخفی رازوں کو اپنی ہی معتبرہ کتابوں سے کھلواتے ہو۔ کیا ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۲ء کا موعظہ حسنہ کوئی کم حربہ تھا جس نے خون کے آنسو اپنے مخالفین کو رولایا۔ مخالفوں نے جن اپنے علماء اور چوٹی کے قابل ترین مقررین کو اس موعظہ حسنہ کی تردید کے لئے بلوایا وہ بنا بر اشتہار (استفتاء مطبوعہ) میاں محمد معراج الدین صاحب بانی دائرۃ الاصلاح بجائے تردید کرنے کے برسر منبر دبی زبان سے موعظہ حسنہ کے مسایل کو مان گئے اور اسی لئے خود بانی دائرۃ الاصلاح کو بھی اپنے عقیدے سابقہ میں تردّد پیدا ہو گیا اور بذریعہ اشتہار ان کو اپنے تردد کا اعلان کرنا پڑا۔ اس پر بھی ہندوستان بھر کے ہزاروں سُنّی علماء میں سے آج تک کوئی عالم سنی جواب دے کر ان کی تسلی نہ کر سکا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس تین مہینے کے قلیل عرصہ میں سینکڑوں سعید روحوں کا ایک جم غفیر خاصکر جماعت طلبا اور تعلیم یافتہ طبقہ سنیت کا جوا پھینک کر وان من شیعتہ لابراھیم کی طرح شیعہ علی کی جماعت میں داخل ہوا اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا یہ غیر منقطع سلسلہ برابر اس وقت تک جاری ہے۔

اور تم اس پر بھی جب متنبہ نہ ہوئے تو "موعظہ غدیر" کی بھی مکمل تقریر شیعوں نے چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کر دی اور اس میں انہوں نے خلافت حقہ اور باطلہ کے درمیان براہین قاطعہ کی ایسی زبردست اور مضبوط حد فاصل رکھدی کہ سد سکندری بھی اس کے سامنے

تارِ عنکبوت سے زیادہ وقیع نہ ہو سکے۔ اور جب تم موعظہ غدیر کے دلائل قاہرہ کے نیچے دب گئے اور اس کے الہامی دلائل سے عاجز آ کر ایک دبیٹ حقیقت کی طرح پھر مُنہ چڑانے لگے تو "مُوعظہ مباہلہ" نے بھی باقی رہی سہی ہستی ہی مٹا دی اور اس کے قاہرہ دلائل کے تیز حربوں نے مخالفین آلِ محمدؐ کی رگِ حیات کو ایسی طرح کاٹ ڈالا کہ قیامت تک اب ہنگامہ آرائی کی ان میں جرأت پیدا نہ ہو سکے گی۔ ولو کان بعضہم لبعضٍ ظہیرا

نادانوں نے ناعاقبت اندیشی سے شیعوں کو چھیڑ چھیڑ کر اپنے برخلاف ابھارا اور خود ہی شیعوں پر الزام دے کر مطاعن خلفاء کو اپنی ہی معتبرہ کتب سے طشت از بام کرایا۔ اگر اب بھی دور اندیشی سے کام لیتے تو تحریف قرآن اور مسئلہ "تقیہ" کا بھولے سے بھی نام نہ لیتے۔ مگر سچ ہے اذا جاء القضاء والقدر فقد عمی العقل والبصر جاہل اور مذہب سے ناواقف تو تھے ہی۔ ان کی جانے بلا۔ کہ ان کی مذہبی کتابوں میں کیا کچھ مواد موجود ہے۔ تحریف کتاب اور مسئلہ "تقیہ" میں بھی بذریعہ اشتہارات قبلہ و کعبہ صدر المفسرین حجۃ الاسلام حضرت علامہ حائری مجتہد العصر دام ظلہ پر طعن کئے اور اشتہار کے لوح پر (حائری صاحب توجہ فرمائیں) لکھا۔ لہٰذا ان کی اس درخواست کے مطابق جناب قبلہ و کعبہ نے بادل نخواستہ تحریف کتاب اور مسئلہ تقیہ کے موضوع کی طرف بھی توجہ فرمائی اور دونوں موضوع پر دو وعظ کئے جو دونوں چھپ کر ہدیہ ناظرین ہو رہے ہیں موعظ تحریف کو مرتب کر رہا ہوں اور بتوفیق رب البریہ رسالہ "مُوعظہ تقیہ" لیجئے حاضر ہے شوق سے ملاحظہ کیجئے۔ اس قدر آپ کو خوشخبری ضرور سناتا ہوں کہ اس وعظ کا فوری اثر یہ ہوا ہے کہ جس وقت موضوع "تقیہ" پر وعظ ہو رہا تھا دوران وعظ میں تین نفر سُنّی جلسہ میں کھڑے ہو گئے اور مذہب شیعہ قبول کرنے کا اعلان کیا۔ نعرہ ہائے صلوات سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔

بہر حال یہ جلسہ علمیہ از جانب انجمن تذکرۃ الائمہ معصومین لاہور منعقد

کیا گیا تھا اور چند یوم پیشتر انجمن نے ایک پوسٹر طبع کرا کر شہر کی دیوارون
پر چسپان کرا دیا تھا۔ بغرض ملاحظہ ناظرین وہ اشتہار عیناً درج ذیل ہے

مسئلہ تقیہ پر مجلس وعظ کا تقرر

اس میں کلام نہیں کہ تمام مذاہب کا اصل اصول یہ ہے کہ بنی نوع انسان
اپنے گرد و پیش والی جماعتوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ دکھ درد میں
شریک حال ہوں۔ راہ و رسم میں آزارانہ رویہ اختیار نہ کریں۔ یہی وہ بنیادی
اصول تھا جو اسلام نے سکھایا اور قرآن نے تعلیم دی مگر لاہور کی دائرۃ الاصلاح
اور معین الاسلام انجمنوں نے اس قرآنی حکم کو توڑ دیا اور علانیہ اسلام کی
مخالفت شروع کر دی۔ اہل ہنود سے تو انہوں نے ایک گونہ اتحاد کر بھی
لیا مگر شیعوں سے اتفاق کے موجودہ قلعہ کو منہدم اور تباہ کر دیا اور نہایت
غیر ذمہ دارانہ طریق سے شیعیان حیدر کرار پر بیجا حملے کرنے شروع کر دیئے۔
اور لٹریچر اشتہارات و رسالہ جات شائع کر کے امن پسند و صلح کل شیعوں کی
دل آزاری کی۔ واہ رے مسلمانی (ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند)
تعزیہ داری اور یادگار مظلوم کربلا کو مٹانے میں سارا زہر سنیت کا اگل دیا۔
اس لئے مجبوراً شیعوں کو بھی مہذب پیرایہ میں غلط فہمی کے ازالہ کرنے کے
لئے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ اسی سلسلے میں دائرۃ الاصلاح اور
معین الاسلام کی ناقابل برداشت اور دلخراش تحریرات اور اتہامات سے
تنگ آ کر اتمام حجت کے لئے ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۲ء کو وہ وعظ کھلی جگہ میں منعقد
کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ اسلام کے تمام گروہ آزادی کے ساتھ شامل ہو سکیں
اور دائرہ کی کرتوتوں کی قلعی کھلتی بچشم خود دیکھ لیں۔ اس میں شک نہیں کہ
وہ وعظ بڑا زبردست اور سچائی سے لبریز اور حقیقت پر مبنی تھا قبلہ و کعبہ
سرکار علامہ حائری صاحب کی طفیل سے لاینحل عقدے حل ہو گئے۔ ہزاروں
کے فاسد اور باطل عقیدے صحیح ہو گئے۔ ہر مذہب و ملت کا تعلیم یافتہ
طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اب دائرۃ الاصلاح کے لئے یہی مناسب

کہ اپنی مذہبی سب پیش کردہ کتب کے غلط ہونے کا عام اعلان کردے۔ ورنہ بخاری۔ ترمذی اور مشکوٰۃ جیسی صحاح ستہ کو تمہارا زبانی غلط لکھ دینا ہمارے دلائل کا جواب نہیں ہو سکتا۔ نہ طبقۂ حق بیں تمہارے ان بے سرو پا حیلوں سے دھوکا فریب کھا سکتا ہے۔ اب سُنا جاتا ہے کہ اراکین دائرہ و معین عوام کو یہ کہ رہے ہیں کہ شیعوں میں تقیہ جائز ہے یہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر بوقت ضرورت تقیہ کر لیا جائے تو کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ ضرورت کے وقت انبیاء سلف۔ رسول اسلام اور آئمہ علیہم السلام نے تقیہ کیا۔ قرآنی آیات میں بوقت ضرورت تقیہ کی تعلیم اور فریقین کی حدیثوں میں تقیہ کی بوقت ضرورت تاکید۔ آئمہ مفسرین اور محدثین اہلسنت کو تقیہ بوقت ضرورت کا اعتراف یہ سب باتیں مدِ نظر رکھ کر منجانب انجمن تذکرۃ الائمہ معصومین بتاریخ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۲۳ء بروز انوار دو بجے بعد دوپہر امام باڑہ سید نتھے شاہ صاحب مرحوم واقعہ کوچہ شیعیاں متصل حویلی مولوی فضل الدین صاحب وکیل اندرون موچی دروازہ لاہور میں جلسۂ وعظ قرار پایا ہے جس میں جناب سرکار شریعتمدار تاج الشیعہ۔ مدار الشریعہ صدر المفسرین علامہ سید علی الحائری صاحب قبلہ مدظلہٗ اپنی شہرہ آفاق فصیح البیانی آیات ربانی سے نکات اور مسئلہ تقیہ کو آیات قرآن سے مسلمہ فریقین ثابت فرمائیں گے۔ اور ثبوت میں اکابر اہلسنت کی مستند کتب پیش کریں گے۔

امید ہے کہ جمیع اہل اسلام اور دیگر احباب علم دوست اس اسلامی مجلس میں شمولیت فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے

الداعی

سید موسےٰ شاہ

آنریری سیکرٹری انجمن تذکرۃ الائمہ معصومین لاہور

غرض اس اہتمام کے ساتھ تشہیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۳ء بروز اتوار

۲ بجے سے پہلے ہی دور دراز سے شیعہ۔ سُنّی۔ اہلحدیث۔ احمدی۔ اہل قرآن ہندو۔ آریہ وغیرہ مذاہب کے لوگ جوق جوق آنے شروع ہو گئے اور ۲ بجے بعد دوپہر تک عربی اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے گریجویٹ طلباء اور علماء کا ایک مجمع کثیر نظر آنے لگا۔ عوام کے انبوہ کا تو کوئی انتہا ہی نہ تھا۔ امام باڑہ کا وسیع صحن والان چھتیں جب سب ناکافی ثابت ہوئیں تو ساتھ کی منصلہ سُنّی مسجد میں لوگ جمع ہوتے رہے اور مسجد کی چھت اور دیواروں پر بھی ہجوم نظر آنے لگا۔ ادہر امام باڑہ کے شرقی اور غربی دونوں دروازوں کا سامنا تمام کوچہ اور بازار تک ہجوم سے رک گیا ہوا تھا۔ ارد گرد کے مکانات میں مستورات بھی ہزاروں کی تعداد میں اس عدیم النظیر علمی مجلس سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے موجود تھیں۔ حضور قبلہ وکعبہ علّامہ حائری صاحب مجتہد العصر والزمان کی تشریف آوری سے قبل چند پشتارے کتب اہلسنت کے لاکر منبر کے قریب قرینہ کے ساتھ میز پر لگا دیئے گئے اور کتابوں کے وہ پشتارے دیکھ کر پہلے ہی یار و اغیار کے ٹانکے ڈھیلے ہو چکے تھے۔

ٹھیک ½۲ بجے دوپہر حضور قبلہ وکعبہ مدظلہ رونق افروز جلسہ ہوئے لوگ فرطِ عقیدت و ارادت سے باوجود روکنے کے تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو گئے اور نعرہ ہائے صلوات نے گنبد افلاک کو ہلا دیا۔ اس کے بعد حضور زیب دہ منبر ہوئے اور کارروائی جلسہ وعظ شروع کیگئی جو حسب ذیل ہے غور سے ملاحظہ فرمائیں

خاکسار۔ ذرہ بمقدار سیّد محمد رضیؔ الرضوی القمیؔ
کوچہ شیعیان موچی دروازہ لاہور

تقریر تقیہ

از حضور قبلہ و کعبہ صدر المفسرین حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار شریعتمدار علامہ حائری مجتہد العصر والزمان دام ظلہ

بعد خطبہ فصیحہ بلیغہ عربیہ مشتمل بر حمد خدا و نعت مصطفےٰ صلعم و فضایل ائمہ ہدےٰ علیہم السلام کے فرمایا۔ کہ آپ لوگوں کی درخواست پر با دل ناخواستہ ثبوت تقیہ کو میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ۔ اور کتب حضرات اہلسنت سے پیش کرتا ہوں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم تم سب بلکہ آریوں کے مقابلہ میں متفقہ قوت سے جوابات دیتے۔ مگر افسوس کہ لاہور کی انجمن دائرۃ الاصلاح اور انجمن معین الاسلام نے خواہ مخواہ مسئلہ تحریف قرآن اور مسئلہ تقیہ کا طعن شیعونکو دے کر مجھے خاص توجہ کرنے کی بذریعہ پمفلٹ درخواست کی اور اس طرح اپنی مذہبی رازوں کو طشت از بام کرا کر آریوں کو ناجائز فایدہ اٹھانے کا موقع دیا اور اپنے مذہب کی معتمدہ کتب حدیث۔ تفاسیر اور تواریخ سے مواد کثیر آریوں کو دلوایا۔ مذکورہ انجمنیں اگر عاقبت اندیشی سے کام لیتیں اور مجھ پر الزام بلاوجہ لگا کر جواب کے لئے مجبور نہ کرتیں تو ان کے خودساختہ خلفا کے مطاعن جس طرح در پردہ چلے آتے تھے یوں ہی پوشیدہ رہتے مگر ان کی ناعاقبت اندیشی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج بچہ بچہ ان کے مطاعن سے واقف ہو گیا اور سنت سے تائب ہو کر علےٰ الاعلان شیعہ مذہب میں داخل ہو رہے ہیں۔

فرمایا حضرات؟ دراصل مسئلہ تقیہ کی حقیقت بہت واضح اور عیاں ہے جو محتاج بیان نہیں۔ خواہ مخواہ اس کو نفاق سے تعبیر کرنا قرآن اور حدیث کی مخالفت کرنا ہے۔ بحرین میں طریحی نے لکھا ہے المنافق ھو الذی یظہر الایمان ویتصنع بالاسلام یعنے منافق وہ ہے جو ایمان کو زبان سے ظاہر

کرے اور دل سے وہ مومن نہ ہو۔ بلکہ اسلام و ایمان میں تصنع کرتا ہو لیکن تقیہ بالکل اس کا برعکس اور اُلٹ ہے کیونکہ تقیہ سے یہ مراد ہے کہ خوف کی وجہ زبان سے اظہار کفر کرے بحالیکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان قرآن مجید یہ تعلیم دے رہا ہے یعنے جو شخص کہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور دل اس کا مطمئن ہو ایمان سے فلا جناح علیہ پس معلوم ہوا کہ تقیہ نفاق کا الٹ ہے۔ اس لئے تقیہ در اصل حفاظت خود اختیاری کو کہتے ہیں۔ جس میں حفاظت جان۔ حفظ مال۔ حفظ آبرو اور حفظ ایمان یا دوسروں کے سر سے بلا ٹالنا وغیرہ سب داخل ہیں۔ یہ مسئلہ حفاظت خود اختیاری ایسا نہیں ہے جس سے کوئی مذہب مہذب یا کوئی عقلمند خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو انکار کر سکے۔ قرآن اور حدیث بھی تقیہ کے جواز بلکہ وجوب پر شاہد ہے در عقل بھی بوقت ضرورت تقیہ کی موئید ہے۔ کیونکہ شریعت اسلام عقل کے مخالف کسی بات کی تعلیم نہیں دیتی۔

فرمایا غور کرو۔ کہ تمہاری عقل خواہ مخواہ ہلاکت اختیار کرنا جس سے نہ تمہیں کوئی فایدہ پہونچ سکتا ہو۔ نہ تمہارے مذہب کو۔ کسی طرح بھی پسند کر سکتی ہے (ہرگز نہیں) اور اسلام کی بھی تعلیم یہی ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکتہ کہ تم اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ یہ صاف اور صریح تقیہ کرنے کا حکم نہیں تو کیا ہے۔ اب میں قرآن سے چند آیتیں تقیہ کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔ غور سے سنو۔ ختم تقریر پر اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو۔ تو خوشی سے تم کر سکتے ہو۔ جس کا جواب تسلی بخش تم کو دیا جائے گا (سینکڑوں محققین کاغذ پر نوٹ لکھ رہے تھے)

پہلی آیت تقیہ کے متعلق

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیآء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ الا ان تتقوا منہم تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ و

والی اللہ المصیر

یعنے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست
نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار
نہیں مگر (اس تدبیر سے) کسی طرح پر ان کی شرارت) سے بچنا چاہو
(تو خیر) اور اللہ تم کو اپنے (جلال) سے ڈراتا ہے اور آخر کار) اللہ کی
طرف جانا ہے۔ (ترجمہ نذیر احمد سُنی)

فرمایا اس آیت میں تقیۃً اور تُقیۃً بروزن لقیۃ دونوں قرائتیں وارد
ہوئی ہیں جیسا کہ **صحیح بخاری** جلد ہشتم مطبوعہ بمبئی باب الاکراہ صفحہ ۲۰
سطر ۷ میں مرقوم ہے وقولہ الا ان تتقوا منہم تقیۃ وھی تقیۃ انتہے بلفظہ
یعنے اس آیت میں لفظ تقیۃً سے تقیہ کرنا مقصود ہے

تفسیر **کشاف** مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۱۹۷ سطر ۱۰ میں جار اللہ زمخشری
نے لکھا ہے کہ اس میں دونوں قرائتیں تقاۃً اور تقیۃ وارد ہوئی ہیں
اور اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں رخص لہم فی موالاتہم اذا خافوھم والمراد
بتلک الموالاۃ مخالقۃ ومعاشرۃ ظاھرۃ والقلب مطمئن بالعداوۃ والبغضاء
یعنے ان مومنوں کو رخصت دی ہے کہ دشمنان دین سے موالات
اور محبت کریں جبکہ ان سے ڈرتے ہوں اور اس موالات سے
مراد مخالفت بھی ہے اور معاشرت ظاہری بھی بجائیکہ ان کے
بغض اور عداوت پر دل مطمئن ہو۔

تفسیر کبیر جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۴۴ سطر ۱۸ میں امام فخر الدین رازی
رقمطراز ہے ان التقیۃ انما تجوز اذا کان الرجل فی قوم کفار ویخاف
منہم علی نفسہ و مالہ فیداریھم باللسان وذلک بان لا یظہر العداوۃ
باللسان بل یجوز ایضاً ان یظہر الکلام الموھم للمحبۃ والموالاۃ و
لکن بشرط ان یضمر خلافہ وان یعرض فی کل ما یقول فان التقیۃ
تاثیرھا فی الظاھر لا فی احوال القلوب انتہے بلفظہ
یعنے اس کے سوا نہیں کہ تقیہ کرنا جائز ہے جبکہ کوئی مومن
کافروں کے درمیان پھنس جائے اور اپنے جان اور مال کا

کا خوف ان سے رکھتا ہو پس ان سے زبانی مدارات کرے یعنے ان کی دشمنی کو زبان سے ظاہر نہ کرے بلکہ تقیہ کی ایسی حالت میں کافروں کے ساتھ ایسی طرح بات چیت کرے جس سے محبت اور موالات کی بُو آتی ہو بشرطیکہ ضمیر اور دل میں اس کے مخالف ہو اور جو بات کے اس سے اعراض کرنا جائے کیونکہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے نہ دلوں کے اندر

فرمایا۔ دوستو؟ یاد رکھنا کہ اس جگہ فخرالدین رازی نے نہ صرف خوف جان ہی کے لئے تقیہ کرنے کا فتوے دیا ہے بلکہ یخاف علی نفسہ ومالہ کے جملہ میں صراحتہً خوف مال کے وقت بھی تقیہ کر لینے کو فتوے دیدیا ہے۔ اب انصاف سے کہنا کہ اندریں صورت شیعوں کے مذہب میں تقیہ جائز ہوا یا نہیں افسوس ہے کہ شیعوں کو منافق کہنے خود منافق اپنے امام کے فتوے سے بن گئے۔ سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش

ایضاً صفحہ ۴۲۶ سطرہ ۲ میں فخر رازی یوں رقمطراز ہے التقیتہ جائزۃ لصون النفس وھل ھی جائزۃ لصون المال یحتمل ان یحکم فیھا بالجواز کقولہ صلعم حرمتہ مال المسلم کحرمتہ دمہ

یعنے جان کی حفاظت کے لئے تو تقیہ کرنا جائز ہے ہی۔ آیا مال کی حفاظت کے لئے بھی جائز ہے یا نہیں اس کے جواز کا بھی احتمال ہو سکتا ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام صلعم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے مال کی حرمت بھی اس کے خون کے حرمت کی طرح ہے۔

کیوں جناب کیسی کہی۔ اب نہ کبھی شیعوں کو تقیہ باز منافق کہنا شرم)

تفسیر دُرِّ منثور مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۶ سطر ۳۲ میں امام سیوطی نے قتادہ سے روایت کی ہے انہ کان یقرءھا الا ان تتقوا منھم تقیتہ بالیاء یعنے قتادہ اس آیت کو الا ان تتقوا منھم تقیتہً یا کے ساتھ پڑھا کرتے تھے (دیکھو کیوں قرآن میں تقیہ کی تعلیم ہے یا نہیں)

ایضاً صفحہ ۱۶ سطرہ ۲ میں ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں

نقل کیا ہے فالتقیۃ باللسان من حمل علی امر یتکلم بہ وھو معصیۃ للہ فیتکلم بہ مخافۃ الناس وقلبہ مطمئن بالایمان فان ذالک لا یضرہ انما التقیۃ باللسان

خلاصہ یہ ہے کہ تقیہ زبان سے ہوتا ہے کوئی شخص ایسی بات کہنے کے لئے مجبور کیا جائے جو خدا کی معصیت ہو اور وہ ایسا کہے لوگوں کے خوف سے بحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ ایسی حالت میں اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اس کے سواء نہیں کہ تقیہ زبان سے ہوا کرتا ہے۔

(کیا اس کے بعد بھی تم کھسکتے ہو کہ سنیوں کا مذہب تقیہ کرنا نہیں ہے شرم۔ شرم۔ شرم)

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۵۳ سطر ۲۲ میں امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وقراء مجاھد ویعقوب تقیۃ علی وزن بقیۃ لانہم کتبوھا بالیاء ولم یکتبوھا بالالف

یعنے مجاہد اور یعقوب نے اس آیت میں لفظ تقیۃ بروزن بقیۃ قرأت کی ہے کیوں کہ انہوں نے اس لفظ کو ی کے ساتھ لکھا ہے الف کے ساتھ نہیں لکھا۔

(کیا ان کتابوں کا غیر معتبر اور ان کے مصنفین کا کاذب ہونا تم لکھ کر دے سکتے ہو)

ایضاً صفحہ ۱۵۳ سطر ۲۵ میں فرمایا ہے ومعنی الایۃ ان اللہ نھی المومنین عن موالات الکفار ومداھنتہم ومباطنتہم الا ان یکون الکفار غالبین ظاھرین او یکون المومن فی قوم کفار یخافہم فیداریھم باللسان وقلبہ مطمئن بالایمان دفعا عن نفسہ من غیر ان یستحل دما حراما ومالا حراما او یظہر الکفار علی عورۃ انتہے بلفظ

یعنے آیت کا یہ مطلب ہے کہ خدا نے ممانعت کی ہے مومنوں کو کہ وہ کافروں سے موالات (محبت) کیا کریں اور ان سے مداھنت اور مباطنت

کرنا چھوڑ دیں۔ مگر ایسے وقت میں کفار سے موالات کرنا جائز ہے جبکہ علی الاعلان مسلمانوں پر وہ غالب ہوں یا جبکہ کوئی کافروں کے درمیان پھنسا ہوا ان سے خوف رکھتا ہو تو وہ ایسی حالت میں کفار سے زبانی مدارات کرتا ہے بحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ غرض اس میں دفع ضرر کرنا اپنے سے ہو نہ کہ کسی مومن کا خون کرا دیا جائے یا مال حرام کو حلال سمجھا جائے یا کافروں کو مسلمان عورتوں پر مطلع کیا جائے۔

فرمایا کیوں جناب فرمائیے اب تقیہ باز اور منافق کون ہے۔ اگر بقول تمہارے تقیہ نفاق اور بے ایمانی کی تعلیم ہے تو پھر تمہارے آئمہ مفسرین کیوں تمہیں اس کی تعلیم دے رہے ہیں۔ لیجئے اب عطاء شما بلقاء شما۔ آئندہ سوچ سمجھ کر طعن کیجئے گا۔ ورنہ میں تو ذمہ اپنے اُدھار رکھا ہی نہیں کرتا۔ ع

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سُنی

تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۱ میں قاضی بیضاوی لکھتے ہیں وقراء یعقوب تقیۃ منع عن موالاتھم ظاھراً و باطناً فی الاوقات کلھا الا وقت المخافۃ فان اظھار الموالاۃ حینئذ جائز۔

یعنے یعقوب نے تقیۃ بروزن بقیۃ قرائت کی ہے خدا تعالےٰ نے مومنوں کو کافروں کی محبت اور موالات سے ممانعت کی ہے ظاہر اور باطن میں ہر وقت مگر خوف کے وقت ان سے محبت اور موالات کرنیکو منع نہیں کیا ہے کیونکہ خوف کے وقت کفار سے محبت اور موالات کا اظہار کرنا جائز ہے

(کس کس کتاب کی تکذیب کرو گے پھر تمہارے پاس کیا رہ جائے گا)

تفسیر غرائب القرآن جلد اول صفحہ ۳۱۳ سطر ۱۲ میں نظام نیشاپوری رقمطراز ہے اذا کان الرجل فی قوم کفار یخاف منھم علی نفسہ جاز لہ ان یظھر المحبۃ والموالاۃ ولکن بشرط ان یضمر خلافہ ویعرض فی کل ما یقول ما امکن فان التقیۃ تاثیرھا فی الظاھر لا فی احوال القلب

یعنے جبکہ کوئی مومن کافروں کے درمیان پھنس جائے اور ان سے جان کا خوف رکھتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ کفار سے محبت اور موالات ظاہر کرتا رہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ اس کا ضمیر اور دل ان باتوں کا مخالف ہو اور جہاں تک ممکن ہو ہریات سے اعراض کرتا رہے۔
کیونکہ تقیہ کی تاثیر ظاہر میں ہے نہ باطن قلب میں

(اس قدر وضاحت کے بعد بھی کوئی سقیم العقل ہی ایسا ہوگا جو ان اکابر ائمہ اہلسنت کی تکذیب و تضحیک کر کے جواز تقیہ سے منکر ہو جائے)

الیضاً صفحہ ۳۱۳ سطر ۱۷ میں فرمایا ہے "انہا انما یجوز فیما یتعلق باظہار الموالاۃ والمعاداۃ وقد یجوز ایضاً فیما یتعلق باظہار الدین فاما الذی یرجع ضررہ الی الغیر کالقتل والزنی وغصب الاموال والشہادۃ الزور وقذف المحصنات واطلاع الکفار علی عورات المسلمین فذلک غیر جائز
کذا لقلہ الرازی فی الکبیر جلد دوم صفحہ ۶۴۶ سطر ۲۰ مطبوعہ مصر

[illegible] بلفظہ

یعنے تقیہ کرنا جائز ہے ایسے امور میں جنکا تعلق موالات اور معادات سے ہو اور اظہار دین کے متعلق بھی تقیہ کر لینا جائز ہے مگر جن باتوں سے غیر کو ضرر پہنچ سکے جیسے قتل زنا غصب مال۔ جھوٹی شہادت قذف محصنات۔ اور کافروں کو مسلمان عورتوں پر واقف کرنا۔ ان باتوں پر تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔

فرمایا دوستو عزیزو، سُن لیا آپ نے جن کے حوالے میں پیش کر چکا ہوں یہ سب اکابر ائمہ مفسرین اہلسنت ہیں جنھوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ بوقتِ ضرورت حفاظت جان بلکہ حفاظت مال کے لئے بھی تقیہ کر لینا چاہیے۔ جس سے ثابت ہوا کہ تقیہ بوقتِ ضرورت قرآنی تعلیم ہے ہر مسلمان قرآن کو ماننے والا شیعہ ہو یا سنی تقیہ کو بوقت ضرورت حکم خدا اعتقاد کرتا ہے مگر افسوس کہ بعض اہلسنت جن کے نظر میں مذہب در حقیقت کچھ وقعت نہیں رکھتا جو دل میں آتا ہے بلا تکلف کہہ ڈالتے ہیں ان کے دل میں نہ تو قرآن کی پرواہ ہے نہ حدیث کی کوئی عظمت اور نہ اپنی روایات

اور اقوال ائمہ سے واقفیت۔ اب تم خود ہی غور کرو کہ ان آئمہ محدثین اور مفسرین اہلسنت نے اس قرآنی آیت تقیہ میں ضرورت تقیہ کو کن دلایل قاہرہ سے بیان کر دیا ہے۔ مگر دائرۃ الاصلاح اور معین الاسلام لاہوری انجمنیں کس قدر اپنے مذہبی روایات سے بے خبر اور جاہل مطلق ہیں کہ ان کو یہ معلوم تک نہیں کہ تقیہ کرنا بوقت ضرورت حکم قرآن اور مسلمہ جمہور اہلسنت ہے اور عوام الناس طبقہ ہیں وہ یہ کہہ کر کہ شیعہ تقیہ باز قوم ہے اور تقیہ نفاق کی تعلیم دیتا ہے حکم خدا کی صریح مخالفت کر رہے ہیں ہاں اگر بضرورت تقیہ کرنا قرآنی تعلیم نہ ہوتی۔ یا ائمہ محدثین اور مفسرین اہل سنت کے عقیدے کے یہ خلاف ہوتا تو پھر ان انجمنوں کو مخالفت کرنیکا ضرور حق حاصل ہوتا۔ مگر اندریں صورت تو یہ چند نوعمر غیر ذمہ وار لونڈے صرف شیعوں کی ضد میں خود اپنے ہی مذہب اور مذہبی روایات کو باطل قرار دے رہے ہیں اور اس سرکشی میں نہ تو ان لونڈوں کی جماعت اپنے علماء کی سرپرستی میں رہ سکی۔ نہ اُن کے علماء نے ان کو تخریب و تضحیک مذہب سنت جماعت کرانے پر متنبہ کیا ہے کہ او نادانوں صحیح بخاری۔ مطبوعہ بمبئی جلد ہشتم۔ کتاب الاکراہ صفحہ ۲۰ سطر ۱۲ میں مرقوم ہے قال الحسن التقیۃ باقیۃ الی یوم القیامۃ یعنی حسن بصری سے منقول ہے کہ تقیہ قیامت تک باقی ہے۔ پس افسوس ہے کہ دائرہ کے یہ نادان لونڈے شیعوں کی ضد میں کیا خدا کی ماری زینت المارہی کی تکذیب و تفضیح کی بھی ذرا پرواہ نہیں کرتے۔ اللّٰھم زد فزد

دوسری آیت تقیہ کے متعلق

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم پ ۱۴ ع ۲۰

یعنے جو شخص (کفر پر) مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو (اس سے کچھ مواخذہ نہیں) لیکن جو شخص ایمان

لانے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے تو جی کھول کر تو
ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان کے لئے بڑا (سخت) عذاب
ہے (ترجمہ نذیر احمد سنی)

فرمایا - اس آیت مجیدہ سے صاف ثابت ہے کہ ایمان لانے کے بعد جبکہ دل ایمان پر بکلی مطمئن ہو تو بوقت اکراہ و اجبار کلمہ کفر کہہ دینا قرآنی تعلیم کے مطابق جائز ہے جیسا کہ تمام مفسرین اور محدثین اہلسنت جماعت یہ امر تسلیم کر چکے ہیں کہ ایمان پر اطمینان قلب حاصل ہونے پر بوقت خوف کلمہ کفر کہہ دینا جائز ہے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۴۲۲ سطر ۳ میں امام فخر الدین رازی اسی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہے یجب ھھنا بیان الاکراہ الذی عندہ یجوز التلفظ بکلمۃ الکفر وھو ان یعذبہ بعذاب لا طاقۃ لہ بہ مثل التخویف بالقتل ومثل الضرب الشدید والایلامات القویۃ انتہے بلفظ

یعنے یہاں واجب ہے کہ بیان کیا جائے کہ اکراہ سے کیا مراد ہے جسکی وجہ سے کلمہ کفر کہنا جائز ہے - اس اکراہ سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایسا سخت عذاب کیا جائے جس کے متحمل ہونے کی اس کو طاقت نہ ہو - جیسے قتل یا ضرب شدید کا خوف یا ایسی اور تکلیفیں۔

فرمایا - کیوں جناب اس کے بعد بھی شیعوں کو تقیہ باز کہنے میں آپ کو شرم دامنگیر نہ ہوگی - کیا خوف کے وقت کلمہ کفر کہہ دینا تقیہ نہیں ہے کیا سنیوں کے فخر دین اور امام نے مذکورہ عبارت میں اکراہ کے وقت کلمہ کفر کہہ دینا یعنے تقیہ کر لینا جائز نہیں کہا ہے - اگر یہ سب باتیں درست ہیں تو پھر شیعوں پر تقیہ باز ہونے کا الزام کیسا - اگر تقیہ بازی تمہارے نزدیک ایسی ہی بڑی بات ہے تو پھر اس طعن سے سنیوں کے ائمہ محدثین اور مفسرین میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا - وہ بھی سب کے سب تقیہ باز گذر چکے ہیں - ان کی تحریروں کو آپ مٹا نہیں سکتے - نہ تمہارا دامن تقیہ کے طعن سے بری رہ سکتا ہے۔

ایضاً جلد پنجم صفحہ ۵۲۴ سطر ۱۳ میں فخر رازی فرماتے ہیں۔ اجمعوا علےٰ انہ عند ذکر کلمۃ الکفر یجب علیہ ان یبری قلبہ من الرضاء بہ وان یقتصر علی التعریضات مثل ان یقول ان محمدا کذاب ویعنی عند الکفار او یعنی بہ محمداً آخر او یذکرہ علی نیۃ الاستفہام بمعنی الانکار انتہی بلفظہ

یعنے اس پر اجماع قایم ہے کہ کلمہ کفر کہنے کے وقت اس پر واجب ہے کہ دل سے اس پر راضی نہ ہو۔ اور یہ کہ تعریضات کہنے پر اکتفاء کرے مثلاً ایسا کہے کہ (معاذ اللہ) محمدؐ جھوٹا ہے اور مراد یہ ہو کہ کافروں کے نزدیک۔ یا کوئی اور محمدؐ نام دل میں ٹھان لے اور یا استفہام انکاری کے طور پر ایسا کہے۔

فرمایا دوستو، انصاف سے کہیو کہ اس قدر صفائی کے بعد بھی کبھی شبہ کی گنجایش ہے کہ تقیہ سنیوں کا مذہب نہیں ہے جس مذہب کا امام خوف کے وقت پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے متعلق یہ فتوے دے کہ ان یقول ان محمدا کذاب" کہ یعنے تقیہ کی حالت میں بالیقین کہدے کہ (معاذ اللہ) "محمد کذاب ہے" کیا ایسا مذہب جس کے اکابر ائمہ مفسرین و محدثین۔ اپنے رہنما پیشوا۔ ہادی دوسرا صادق امین خاتم الانبیا والمرسلین کو تو یہ معاذ اللہ جھوٹا کاذب کہدینے کی اجازت اور تعلیم دے۔ اس سے زیادہ کوئی تقیہ یا نیا الحاد سکھانیوالا دنیا میں اور کوئی مذہب ہو سکتا ہے۔ اور کیا ایسے مذہب کے ماننے والے کسی دوسرے مذہب پر تقیہ کے طعن کرنیکا حق رکھتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اپنے مذہب کی پہلے وہ خبر لیں اور دوسروں پر زبان درازیاں کرنے سے باز آئیں۔ ورنہ وہ یاد رکھیں۔ کہ اس کے بعد اب ان کے امام اعظم صاحب کے فتوے بازیوں پر بھی کسی وعظ میں تنقیدی نظر ڈالی جائے گی۔ اور اس وعظ میں امام صاحب کے فتوؤں سے محظوظ اور مستفید ہونے کے لئے سنیوں کے اتحادی دوستوں اہل ہنود اور آریہ کو بھی خصوصیت سے شرکت جلسہ کے لئے دعوت دی جائیگی جس میں مستند اور معتمد کتب اہلسنت سے سنیوں کے چاروں امام

خاصکر امام ابوحنیفہ صاحب کے فقہ کی قلعی کھول دی جائے گی اور قرآن و حدیث سے ان کے فتوؤں کا تعارض دکھایا جاے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ

فرمایا اصل بات یہ ہے کہ ارا کین دائرۃ الاصلاح اور معین الاسلام، لاہور یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ کوئی اُن کو جواب دینے والا نہیں ہے گھر کی تو ان کو خبر نہیں۔ خواہ مخواہ دوسروں پر طعن کئے جاتے ہیں قرآن اور حدیث میں اگر تقیہ کی تعلیم نہ ہوتی تو بے شک تقیہ کرنا مورد طعن ضرور قرار پاتا مگر جبکہ قرآن اور حدیث فریقین میں بوقت ضرورت تقیہ کرنے کی تعلیم موجود ہے اور سُنّیوں کے محدثین مفسّرین تقیہ کو قرآنی تعلیم مانتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ تقیہ کو کیوں بُرا سمجھا جائے۔ ایسا شخص درحقیقت شیعوں پر طعن نہیں کرتا بلکہ وہ قرآن اور حدیث پر طعن کر رہا ہے اور اپنے مذہب کی خود تکذیب اور اپنے مذہبی آئمہ کی تضحیک کرتا ہے۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۱۳۲ سطر ۹ میں امام جلال الدین سیوطی نے طریق ابی عبیدہ بن محمد بن عمار عن ابیہ روایت کیا ہے قال اخذ المشرکون عمار بن الیاسر فلم یترکوہ حتی سب النبی صلعم وذکر الھتھم بخیر ثم ترکوہ فلما اتی رسول اللہ صلعم قال ذکرت الھتم بخیر قال صلعم کیف تجد قلبک قال مطمئن بالایمان قال ان عادو فعد فنزلت الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان انتہٰی بلفظہ اخرجہ عبدالرزاق وابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابی نعیم والبیہقی فی الدلائل

یعنے مشرکوں نے عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور اسکو نہیں چھوڑا جبتک کہ اس نے پیغمبرؐ کو سب نہیں کیا اور مشرکو نکے خداؤں (بتونکو) نہیں اچھا کہا۔ اس کے بعد عمار کو چھوڑ دیا پس اسکے بعد جب عمار پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا کہ حضور میں نے مشرکوں کے خداؤں (بتونکو) اچھا کہا ہے ختمی نبوت روحی فداہ نے فرمایا اے عمار اپنے دلکو تو اُسوقت کیسا پاتا تھا۔ کہا یا رسول اللہ صلعم دل میرا ایمان سے مطمئن تھا۔ پیغمبر صلعم نے فرمایا اے عمار اگر پھر کبھی موقع آئے تو اسی طرح کہدینا۔ اس وقت آیت من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان نازل ہوئی۔

فرمایا دوستو؟ کیا امام سیوطی شیعہ تھا یا کاذب اور مفتری تھا اور کیا تم یہ لکھ کر دیسکتے ہو کہ امام سیوطی امام مفسر و محدث سنی نہیں ہے۔ اگر نہیں تو پھر تقیہ سنیوں کا مذہب ہوا یا نہیں۔ سیوطی کی اس روایت سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اکراہ کے وقت صرف مذہب چھپانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ معاذ اللہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کو سب کرنا۔ بتوں کو خدا کہہ دینا بھی جائز ہے ......

یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے کہ جس مذہب میں پیغمبر اسلام کو سب کرنے کی اس طرح تعلیم دیگئی ہو اور بتوں کو خدا کہنے کی تلقین کیگئی ہو وہ شیعوں کو منہ چڑائے۔ شرم۔ افسوس۔

تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۳۵ سطر ۲۲ میں قاضی بیضاوی نے اسی آیت اکراہ کی تفسیر میں قریش کا عمار۔ اور اس کے والدین کو پکڑ لینا اور اس کے باپ یاسر اور ماں سمیہ کو قتل کر دینا لکھتے ہوئے بیان کیا ہے وھما اول قتیلین فی الاسلام و اعطاھم عمار بلسانہ ما ارادوا مکرھا فقیل یا رسول اللہ ان عمارا کفر فقال کلا ان عمارا ملئی ایمانا من قرنہ الی قدمہ و اختلط الایمان بلحمہ و دمہ فاتی عمار رسول اللہ صلعم وھو یبکی فجعل رسول اللہ صلعم یمسح عینیہ و قال صلعم مالک ان عادوا لک فعدلھم بما قلت وھو دلیل علی جواز التکلم بالکفر عند الاکراہ انتہیٰ بلفظہ

یعنے جناب عمار کے والدین یاسر اور سمیہ دونوں اسلام میں سب سے پہلے مقتول ہیں اور عمار نے اکراہ کی حالت میں قریش کی خواہش کے مطابق زبانی مکروہ باتیں کہدیں پس پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام سے کہا گیا کہ عمار کفر کا مرتکب ہوا ہے۔ پس پیغمبر روحی فداہ نے ارشاد فرمایا ہر گز نہیں۔ کیونکہ عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور ایمان تو اس کے گوشت اور خون میں ملا ہوا ہے۔ اتنے میں عمار روتے ہوئے پیغمبر صلعم کی خدمت میں پہونچا۔ پیغمبر صلعم اس کے آنسو پونچھتے رہے تھے اور فرمایا کیوں عمار کیا بات ہے۔ پھر بھی اگر وہ کفار تم سے

ایسی بات کہلوانا چاہیں تو کہدینا - قاضی بیضاوی فرماتے ہیں یہ
دلیل ہے اکراہ اور اجبار کے وقت کلمۂ کفر کہدینے کے جواز پر
فرمایا کیوں جناب کیسی کہی - اس کے بعد اب بھی تقیہ ناجائز ہی رہا
یا جائز - پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام تو عمار یاسر سے فرمارہے ہیں ان
عادوا لك فعد لهم بما قلت یعنے اے عمار آئندہ بھی ایسے موقع پر تقیہ
کرلینا اور اکراہ کی حالت میں کفار کی خواہش کے مطابق کفر تک کہ
دینا اور جان بچالینا - مگر ہٹ کیداران خلافت حضرت عمر کی طرح پیغمبر
صلعم کے فرمان کی پرواہ تک نہیں کرتے سچ ہے - جب خلیفہ عمر نے
رسول اسلام کے فرمان واجب الاذعان (وحی) کو ہذیان کہکر ٹالدیا
ہے تو خلیفہ صاحب کے مرید کیونکر نہ ہذیان کہیں گے - یہی وجہ ہے کہ
حضرت عمر کے فرمانبردار مریدان خاص (سنی) رسول خدا صلعم کے فرمانبردار
مریدان خاص (شیعوں) کو تعمیل حکم قرآن و فرمان رسول (تقیہ) پر
طعن کرتے ہیں -

معالم التنزیل - مطبوعہ حیدری بمبئی صفحہ ۲۱۲ سطر ۲۷ میں امام بغوی
قتادہ سے روایت نقل کرتا ہے - قال قتادہ اخذ بنو المغیرۃ عمارا و
غطوہ فی بیر میمون وقالوا له اکفر بمحمد فتابعهم علی ذلك وقلبه كاره
فاخبر رسول الله صلعم بان عمارا کفر الی ما قال البیضاوی

یعنے قتادہ نے کہا ہے کہ بنی مغیرہ نے عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور
میموں کے کنوئیں میں اس کو ڈبویا اور اس سے کہا کہ محمد صلعم سے
انکار کر عمار نے ان کے اس کہنے کی متابعت کی - لیکن اس کے دل
میں اس متابعت کی کراہت تھی پس پیغمبر صلعم کو یہ خبر دی گئی کہ عمار
یاسر کافر ہوگیا ہے

اس کے بعد معنے ترجمہ وہی ہے جس کو بیضاوی کی عبارت میں عرض کر
چکا ہوں -

تفسیر [illegible] اول صفحہ [illegible] میں جناب الٰہ امام

زمخشری نے بھی قریب المضمون یہ سارا واقعہ عمار یاسر کا ذکر کیا ہے مطابق حوالہ مذکورہ ضرور ملاحظہ کریں۔ اسی طرح تفسیر غرائب القرآن جلد دوم صفحہ ۳۷۸ سطر ۵ میں نظام نیشاپوری نے کفار کے اکراہ اور اجبار کرنے پر عمار یاسر کا تقیہ کرنا مفصل ذکر کیا ہے۔ تقریباً مضمون واحد ہے۔ براہ کرم اصل محولہ ضرور ملاحظہ فرما کر اطمینان کریں۔

فرمایا دوستو؛ شیعوں کے مقابلہ میں کہاں تک اپنے ان اکابر ائمہ محدثین و مفسرین اور مورخین کی تکذیب۔ تفضیح اور تضحیک کرتے جاؤ گے اور اپنی کتابوں کی تغلیط کرو گے اور پھر تمہارے پاس باقی کیا رہجائیگا۔ اس طرح نہ تو تمہاری کتابوں میں کوئی کتاب معتبر رہے گی۔ نہ تمہارے آئمہ محدثین اور مفسرین میں کوئی امام اور مصنف ہی معتمد علیہ باقی رہیگا کیا اچھا ہوتا کہ سنیوں کی جمعیت العلما انجمن کسی خاص جلسہ میں باتفاق آراء شیعوں کے مقابلہ میں اپنی مذہبی کتابوں کے متعلق ناقابل تغیر فیصلہ کر کے اعلان عام کردیں کہ سواء فلاں و فلاں و فلاں کتابوں کے سب سنی کتابیں غلط اور مصنفین کاذب مفتری اور ناقابل اعتماد ہیں۔ افسوس ہے کہ باوجود بار بار ہمارے تقاضا کرنے کے۔ یہ لوگ ایسا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتے۔ اور پھر زبانی ان حوالوں کو غیر معتبر کہہ کر موقع کو ٹالدیتے ہیں جو صریحاً دیانت کے خلاف ہے مگر تم سب کو میں یقین دلاتا ہوں کہ حضرات احناف کے مذہب کا ان پیش کردہ کتابوں پر مدار ہے اور ان کے یہ مصنفین۔ سنیوں میں اعلےٰ پایہ کے امام اور ثقہ مجتہد مانے جاتے ہیں۔ علم رجال میں ان کی توثیق موجود ہے اپنی مذہبی روایات سے بے خبر اور جاہل چند لونڈوں کے غیر معتبر کہدینے سے ایسے مشاہیر ائمہ اہل سنت کاذب اور مفتری نہیں قرار پا سکتے۔

تیسری آیت تقیہ کے متعلق

وقال رجل مومنٌ من آل فرعون یکتم ایمانہ پ ۲۴ ع ۹

یعنے فرعون کے لوگوں میں سے ایک مرد ایماندار تھا اور اپنے ایمانکو چھپاتا تھا (ترجمہ نذیر احمد سُنی)

فرمایا صاحبان؟ اس آیت نے تو مسئلہ تقیہ کو بالکل ہی صاف کر دیا جس میں کسی شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی کیونکہ اس آیت میں ایمان چھپانے (تقیہ) کی وجہ سے اس شخص آلِ فرعون کی تعریف کی گئی ہے اور باوجود ایمانکو کتمان کرنے اور چھپانے کے رجل مومن کے وصف کے ساتھ خدا نے اس کو یاد فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ بوقت خوف ایمانکو چھپانا (تقیہ) اگر جائز ہوتا تو پھر خدا کبھی مومن آل فرعون کی ایمان چھپانے کیوجہ سے تعریف نہ کرتا۔

فرمایا سمجھ میں نہیں آتا کہ بوقت ضرورت ایمان چھپانے والے کو خدائے تعالیٰ تو رجل" مومن" فرمائے اور سنت جماعت اسے منافق اور بے ایمان سمجھیں۔ اب تم خود ہی انصاف کرو کہ دونوں میں سچا کون ہے خدا تو جھوٹ کہہ نہیں سکتا کہ اس نے خود فرمایا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا کہ خدا سے بڑھ کر اپنی باتوں میں سچا کون ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے و من اصدق من اللہ حدیثا (سورہ نسا) کہ اللہ سے کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں کوئی نادان بیدین ہی ایسا ہوگا جو تقیہ اور کتمان ایمان کو نفاق سمجھنے میں تم کو تو سچا سمجھ لے اور تقیہ کو عین ایمان سمجھنے میں خدا کو جھوٹا مان لے (معاذ اللہ توبہ)

ارشاد کیا۔ پس یاد رکھو جس صورت میں کہ ایمان چھپانے (تقیہ) کرنے میں آل فرعون کے آدمی کو خدا نے مومن ہونے کا وصف کیا ہے تو جو شخص تقیہ کی مخالفت میں لفظِ نفاق سے اس کو تعبیر کرتا ہے وہ لازماً اس طرح خدا کی تکذیب کرتا ہے اور اسی کے حق میں فرمایا ہے فمن افتریٰ علی اللہ الکذب من بعد ذلک فاولئک ھم الظالمون یعنے پھر اس کے بعد جو خدا پر جھوٹ افتراء باندھے تو سمجھ لو کہ یہی لوگ ظالم ہیں اور جو ظالم ہیں وہ بنص آیت لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ملعون ہیں پس صراط

مستقیم یہی ہے کہ جب قرآن مجید اس آل فرعون کے تقیہ کرنیوالے شخص کو مومن کے نام سے یاد کرتا ہے تو قرآن کے ماننے والا تقیہ کرنے والے کو منافق کے نام سے نہیں یاد کر سکتا۔ ورنہ قرآنی تعلیم کے مخالفت کرنے کے سبب ایسا شخص خود خارج عن الایمان اور منافق قرار پائے گا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ شیعوں کی ضد میں اب تعلیم قرآن اور تعمیل حدیث سے بھی دست بردار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تقیہ جیسے مسلمہ متفقہ و یقین معمول الانبیا منصوص القرآن مسئلہ کو لفظِ نفاق۔ کفر اور بے ایمانی کے الفاظ وطعن سے یاد کرنے لگے ہیں ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

شرح اربعین میں امام نووی لکھتا ہے اما التقیۃ فلا مبالاۃ باثباتھا وجوازھا وانما یکرہ عامۃ الناس لفظھا لکونھا من مستندات الشیعۃ والا فالعالم مجبول علی استعمالھا وبعضھم یسمیھا مدارۃ وبعضھم مصانعۃ وبعضھم عقلاً معیشا ورد علیھا دلیل الشرع انتہٰے بلفظ

یعنے تقیہ کے اثبات اور جائز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ عوام الناس لفظِ تقیہ سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ یہ لفظ شیعوں کے مستندات سے ہے ورنہ تمام دنیا کی فطرت میں تقیہ کا استعمال ہے گویا دنیا پیدائشی طریقہ پر مجبور ہے کہ تقیہ بوقت ضرورت استعمال کرے بعض نے تقیہ کا نام مدارات رکھ لیا ہے بعض نے مصانعہ اور بعض نے عقل معیشی اور تقیہ کے اثبات وجواز پر دلیل دلالت کرتی ہے

فرمایا عزیزو غور کرو کہ امام نووی نے کیسی وضاحت کے ساتھ مسئلہ جواز تقیہ کا فیصلہ کر دیا ہے بہتر ہے اس کو بھی شیعہ کہکر ٹال دو۔ مگر یاد رکھو کہ ایسی باتوں سے باطل کسی طرح حق نہیں بن سکتا اور حق باطل نہیں ہو سکتا۔ دیانت بہت اچھی چیز ہے ضد اور ہٹ کرتے ہیں دیانت کے خلاف کوئی بات کہدینا بے دینی کی علامت ہے۔ دنیا کے وقوف نہیں ہے جو ایسے فریبوں کا شکار ہو [illegible] اغلاط کرتے

سے اب اچھی طرح واقف ہو چکا ہے وہ قرآن و حدیث صراطِ مستقیم پر چلنا چاہتا ہے اور تم ان کو جہالت کے ڈھکوسلوں پر پابند رکھنا چاہتے ہو تم کو اب ان سے ایسی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔

چوتھی آیت تقیہ کے متعلق

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ پ ۲ ع ۸

اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو

(ترجمہ نذیر احمد سُنّی)

اسی طرح کی دوسری آیت بھی ملاحظہ فرمائیں ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما سورۂ نسا

یعنے نہ قتل کرو اپنی جانوں کو۔ کیونکہ خدا تم پر ضرور مہربان ہے

فرمایا غور کرو؛ کہ خوف کی جگہ جہاں کوئی اکیلا تنہا کفار میں پھنس جائے اگر کتمان ایمان (تقیہ) نہ کرے تو لازماً ہلاک کیا جائیگا۔ بتاؤ ایسی صورت میں اس کے ہلاک ہونے سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ اس کی جان جانے کے علاوہ دوسرے کئی مسلم زادے جو اس کے صلب سے وجود میں آنے والے تھے اس کی ہلاکت کی وجہ سے ضایع گئے۔ بخلاف اس کے اگر وہ تقیہ کر کے ہلاکت سے بچ جائے تو مالی اور تبلیغی دونوں قسم سے وہ اسلام کو فائدہ پہونچا سکیگا اور کئی مسلم زادے اس سے وجود میں آ کر اسلام کو فائدے پہونچا سکیں گے۔ اس لئے یہ قرآنی تعلیم ہے کہ خواہ مخواہ اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس بوقت ضرورت تقیہ کرنا بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو عین ایمان ہے اور بلاوجہ ہلاکت میں پڑنے سے ہلاکت سے بچنے کو عقل ترجیح دیتی ہے پس ناممکن ہے کہ اسلام جو عین حکمت اور عقل پر مبنی ہے وہ منتہائے جہالت کی تعلیم دے۔ پس سنیوں کا یہ اصول کہ "خواہ مخواہ کافروں سے لڑ کر خواہ غازی ہو یا شہید ہو کر جنتی ہو جاؤ گے" لازماً عقل و دانش اور تعلیم قرآن کے خلاف

غلط اور قابل نفرت ہے۔ اس لئے ہر حالت میں بلاوجہ ہلاکت اختیار کرنے سے تقیہ افضل ہے۔

ارشاد کیا۔ جو لوگ تقیہ (حفاظت خود اختیاری) کو نفاق سے تعبیر کرتے اور کہتے ہیں کہ تقیہ نفاق کی تعلیم دیتا ہے ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن مجید جن لفظوں میں نفاق کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذا جائک المنافقون قالو انشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون (سورۂ منافقین)

یعنے جبکہ (اے محمد صلعم منافق تمہیں آن کر کہتے ہیں کہ تم رسول ہو خدا کے۔ خدا تو جانتا ہی ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ مگر یہ منافقوں کا گروہ تمہیں رسول کہنے میں جھوٹا ہے یعنے یہ گروہ تم کو سچا رسول نہیں سمجھتا۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ منافقین زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر دل ان کا کفر پر مطمئن ہوتا ہے۔ لیکن تقیہ اس کا بالکل الٹ ہے۔ کیونکہ باتفاق فریقین تقیہ میں زبان سے خلاف اسلام کہا جاتا ہے۔ مگر دل ایمان پر مطمئن ہوتا ہے۔ جیسا کہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان والی آیت پر میں کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکا ہوں۔

پانچویں آیت تقیہ کے متعلق

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت پ۳ ع۱۸

یعنے اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ مگر اسی قدر جس (کے اٹھانے) کی اس کو طاقت ہو۔ جس نے اچھے کام کئے تو (اس کا نفع بھی) اسی کے لئے ہے اور جس نے برے کام کئے (انکا وبال بھی) اسے پڑے۔ ترجمہ نذیر احمد سنی

فرمایا۔ ہائیں یہ بوجھ کیسا۔ یہ نفس بار برداری کا اونٹ تو ہے نہیں جس پر اللہ میاں کی طرف سے کوئی بوجھ لاد دیا جاوے۔ انسان ہے

اشرف المخلوقات ہے اس لئے فرمایا ہے کہ تکالیف شرعیہ کا بوجھ اسی قدر انپر ڈالا گیا ہے جس کے تحمل کی ان میں طاقت اور وسعت ہے ۔ انسان کے لئے سب سے زیادہ ناقابل تحمل جو چیز ہے وہ بے فائدہ اور بلاوجہ کی موت ہے جس سے نہ تو اس کی ذات کو ہی کوئی فایدہ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ دین اسلام کو ایسی موت سے کوئی نفع حاصل ہو سکتا ہے پھر کیوں کر ممکن ہے کہ خدا کسی نفس کو ایسی تکلیف دے کہ صرف مسلمان رہنے کے لئے مر جائے ایسی جاہلیت کی موت کی اسلام تعلیم نہیں دیتا کیونکہ ایسی موت لازماً اور فطرۃً طاقت اور وسعت سے خارج ہے جس کو لایکلف اللہ نفسًا الا وسعہا کی آیت میں خدای تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے اس میں تدبر کرنا اب تمہارا کام ہے ۔

ارشاد کیا صاحبان! پس اس آیت مجیدہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خوف کے وقت جان اور مال کی حفاظت کی غرض سے تقیہ کرنا ضروری ہے کیونکہ ترک تقیہ کے سبب اس وقت وہ جن تکالیف اور صدمات میں مبتلا ہوگا یقیناً وہ اس کی طاقت اور وسعت سے خارج ہونے کی وجہ اس کے لئے ناقابل تحمل ہے پس تقیہ لازماً ایسے وقت میں واجب ہے ۔

فرمایا عزیزو! ایسے روشن عقلی براہین اور قرآنی دلایل اور اکابر ائمہ مفسرین و محدثین اہلسنت کے اعتراف کے مقابلہ میں تمہارا صرف زبانی یہ کہدینا کہ تقیہ چونکہ نفاق کی تعلیم دیتا ہے اس لئے ناجائز ہے قرآن اور عقل کی تردید نہیں کر سکتا ۔ اگر تقیہ کے ناجائز ہونے پر کوئی قرآنی آیت یا حدیث نبوی تمہارے پاس موجود نہیں ہے تو تمہارا قیاسی ڈھکوسلہ تعلیم یافتہ طبقہ محققین کو حق تسلیم کرنے سے نہیں روک سکتا نہ قرآن اور حدیث متفقہ فریقین کے مقابلہ میں بغیر حجت و بینہ تمہارا یہ کہدینا کہ "تقیہ کرنا ناجائز اور کفر ہے" کوئی سلیم العقل تسلیم کر سکتا ہے ۔

ارشاد کیا۔ اس لئے میں پھر آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤنگا کہ براہِ کرم مذہبی احکام اور اسلامی شعائر میں ضد کرنا چھوڑ دو۔ ہٹ اور ضد کرنے کا نام اسلام نہیں ہے بلکہ حق کا نام اسلام ہے اور قرآن کی تعلیم کے مطابق حق صرف یہی ہے کہ ما اتیکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام جو کچھ تمہیں بتائے اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کرے اسے چھوڑ دو۔ اب اس حکم کے بعد تم خود ہی غور کرو۔ کیا پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے قرآن سے تقیہ کی حرمت کا حکم تمہیں بتایا (ہرگز نہیں) بلکہ مذکورہ پانچ آیتوں میں تقیہ کرنیکا خدائی حکم وہ تمہارے لئے لائے ہیں جسکو تمہارے اکابر آئمہ محدثین اور مفسرین نے بھی تسلیم کر لیا ہے مگر اس پر عمل کرنے کی بجائے صرف شیعوں کی ضد میں تم نے نہ صرف ان قرآنی آیات پر عمل کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے بلکہ آیات قرآنی کی بھی تکذیب کی اور تقیہ قرآنی تعلیم کو تم نے الحاد کفر اور نفاق کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ جس سے اسلام کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکے مگر تمہارا سب کیا کرایا اکارت ہو گیا۔ بس دوستو؟ آؤ۔ باز آجاؤ۔ کیونکہ شعائر دین میں ضد کرنا تدین کے خلاف ہے۔ کم از کم تقیہ جیسے مسائل متفقہ اور مسلمہ فریقین میں قرآنی احکام کی توہین کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ تم جانو۔ لکم دینکم ولی دین

انبیاء علیہم السلام کا تقیہ کرنا

فرمایا صاحبان۔ آپ یقین کریں کہ اس قدر دلائل قاہرہ کے بعد بھی حضرات سنت جماعت اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہیں آئیں گے اور کبھی نہیں کہیں گے کہ قرآن وحدیث میں تقیہ کی تعلیم موجود ہے یا ان کے اکابر ائمہ مفسرین ومحدثین تقیہ کے قائل ہیں بلکہ آپ یاد رکھیں وہ مشہور یہی کریں گے کہ یہ خاکسار (حائری) تقیہ کا قائل ہے۔ کیونکہ یہ عادت ان کی بمخالفت خدا اور رسول و آئمہ معصومین

علیہم السلام فطرت پاکیزہ میں شامل ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ انبیاء علیہم السلام نے بوقت ضرورت تقیہ کیا۔ خود حضور ختمی مرتبت فداہ روحی نے بھی تقیہ کیا غار ثور میں تین رات چھپے رہے شعب ابوطالب میں مخفی رہے۔ ہجرت کی۔ اصحاب اور اہلبیت علیہم السلام کو ابتداء میں تاکید کرتے رہے کہ اسلام کے راز کو کہیں قبل از وقت ظاہر مت کرنا۔ تاوقتیکہ اسلام کو غلبہ ہو۔ حتی کہ خود ابوبکر صاحب نے بقول سنیوں کے جو بھی رتبہ یار غار ہونیکا پایا وہ چھپنے اور تقیہ کرنیسے ہی پایا۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی یہ لوگ تقیہ کو نفاق کہنے سے باز نہیں آتے انبیا کا تقیہ بھی سن لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقیہ کرنیسے کون مسلمان قرآنکو مانتے ہوئے انکار کرسکتا ہے۔ دایرہ کے اندر ان چند بےخبر لونڈوں نے غلط مخالف قرآن واحادیث مسلمہ فریقین عوام سنیوں کے عقاید میں گڑبڑ ڈالدی ہے نہ معلوم اب ان میں کوئی عالم ہی نہیں رہا جو ہتک اسلام اور توہین قرآن وحدیث کرنے پر ان کی مناسب گوشمالی کرتا اور آیندہ اسلام کو ان کے دست برد ہونیسے بچا لیتا۔ سنئے حضرت موسیٰ کے تقیہ کو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے قال الم نربك فینا ولیداً ولبثت فینا من عمرك سنین وفعلت فعلتك التی فعلت وانت من الكافرین پ ۱۹ ع ۶

یعنے فرعون نے کہا (موسےٰ) کیا ہم نے تجکو اپنے ہاں (رکھ کر) بچہ سا نہیں پالا اور (تیری اتنی عمر ہونے آئی) تو اپنی (اس) عمر میں سے برسوں ہمارے ہاں رہا (ترجمہ نذیر احمد سنی)

تفسیر بیضاوی جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۰۶ سطر ۲۰ میں قاضی بیضاوی عبداللہ بن عمر اسی آیت کے ذیل میں لکھتا ہے فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لیعایشہم بالتقیہ۔ انتہٰے بلفظہ

یعنے حضرت موسےٰ کلیم علیہ السلام فرعونیوں میں تقیہ سے بسر کرتے رہے بیضاوی اسی جگہ یہ بھی لکھتا ہے کہ لبث فیہم ثلثین سنۃ ثم خرج الی مدین عشر سنین ثم عاد الیہم یدعوہم الی اللہ ثلثین ثم بقی بعد الغرق خمسین سنۃ انتہی بلفظہ جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سطر ۱۷۔ یعنے جناب موسےٰ علیہ السلام تیس برس فرعونیوں کے درمیان رہے پھر دس برس کے لئے شہر مدین کی طرف نکل گئے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ یہ چالیس برس ہوئے۔ اس کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام پھر فرعونیوں کی طرف واپس لوٹ آئے اور

کامل تیس برس تک ان کو الی اللہ اور اسلام کی دعوت دیتے رہے
اس کے بعد جب فرعون غرق ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اور پچاس
سال تک زندہ رہے۔

فرمایا دوستو؟ تفسیر بیضاوی تو آج بھی تمام عربی دینی مدارس میں عام طور پر سنیوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں کیسی صفائی کے ساتھ کھلے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ موسیٰ فرعونیوں کے درمیان تقیہ سے بسر کرتے رہے۔ پھر دو چار دن یا مہینے بھی نہیں۔ بلکہ کامل تیس ۳۰ برس تک تقیہ میں رہے اور مدین سے واپسی پر تقیہ کرنا چھوڑا جب آپ نے دعوت توحید کا آغاز کیا۔ کیوں صاحبان دائرہ کے۔ چند لونڈے اس کے بعد بھی تقیہ کو نفاق اور کفر کے لفظ سے تعبیر کریں گے۔ اور موسیٰ کلیم اللہ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو تقیہ کرنے کے سبب معاذ اللہ خارج عن الاسلام (کافر) ہونے کا فتوے دیں گے۔ نادانو۔ اگر تقیہ نفاق اور کفر ہوتا تو کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کسی طرح فرعونیوں میں تقیہ سے بسر نہ کرتے۔ اور اگر موسےٰ نے تقیہ کیا اور قرآن نے ان کے تقیہ کو مدح کی صورت میں بیان کر دیا تو پھر دائرہ کے چند بے خبر لونڈوں کو کیا حق حاصل ہے کہ تقیہ کی وہ مذمت کریں اور قرآن و حدیث مسلمۂ فریقین کی توہین کرنے کے علاوہ اپنے مذہب کے اکابر ائمہ محدثین اور مفسرین کی تکذیب و تسفیہ اور تضحیک کرنے میں بھی ان کو شرم دامنگیر نہ ہو هیهات هیهات قد علت العقول وکلت ارباب الفحول ولا یبقی من الاسلام الا اسمه ومن القران الا رسمه

ابراہیم خلیل اللہ کا تقیہ کرنا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تین مرتبہ تقیہ کیا۔ کیونکہ انکو تقیہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر وہ اس ضرورت کے وقت تقیہ نہ کرتے تو ہلاک کئے جاتے اور آج تم علی ملۃ ابراہیم حنیفا کے کیونکر دعویدار

ہوتے۔ یہ تقیہ ابراہیمی کی برکت تھی جس کے سبب وہ ہلاکت سے بچ گئے اور ان کی نسل سے ہادی السبل سید الرسل صلعم وجود میں آئے اور ہم تم سب مدعی اسلام ہوئے ورنہ خدا جانے کون سی وادی ضلالت وحیرت میں سرگردانِ دائرۂ گمراہی ہوتے اور کس صنم خانۂ دین باطل کی تعمیر کے معین قرار پاتے۔

فرمایا صاحبان! حقیقۃً مطلب تو یہ تھا کہ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی بوقت ضرورت تین مرتبہ تقیہ کیا تھا مگر سنیوں نے شیعوں کے مقابلہ میں لفظ تقیہ کی ضد میں جناب خلیل اللہ جیسے اولوالعزم پیغمبر کے شان میں گستاخی کی اور تین مرتبہ تقیہ کرنے کو تین جھوٹ بولنے کی نسبت دے دی جیسا کہ ان کی صحاح میں مرقوم ہے۔

مشکوٰۃ شریف۔ مطبوعہ محمدی دہلی۔ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام فصل اول صفحہ ۴۱۶ سطر ۲۲ میں مرقوم ہے قال رسول اللہ صلعم لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات انتہےٰ بلفظہ

یعنے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کے اور کوئی جھوٹ نہیں کہا ہے۔

(تو یہ معاذ اللہ۔ نبی اور جھوٹ بولے۔ ہائے غضب)

ترمذی شریف۔ مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ۔ جلد دوم باب التفسیر سورۂ انبیا صفحہ ۱۶۳ سطر ۴ میں مرقوم ہے عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلعم لم یکذب ابراھیم علیہ السلام فی شئی قط الا فی ثلث قولہ انی سقیم وقولہ لسارہ اختی وقولہ بل فعلہ کبیرھم ھذا حدیث حسن صحیح انتہےٰ بلفظہ

یعنے ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کے ہرگز کسی بات میں جھوٹ نہیں کہا۔ ایک تو فرمایا میں بیمار ہوں اور کہا کہ سارہ میری بہن ہے اور کہا کہ اس بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا ہے

(آریہ نوٹ کرلیں کہ یہ شان سنیوں کے نبی کی ہے کہ جھوٹ بھی بولا کرتے

ہیں - شیعوں کے انبیاء اور خلفاء سب معصوم ہیں - کوئی گناہ صغیرہ کبیرہ عمداً اور سہواً ان سے سرزد نہیں ہوتا)

ارشاد کیا صاحبان؟ سن لیا آپ نے سنی مسلمانوں کے پیغمبروں کی شان ان کی صحاح کتب میں مرقوم ہے - واللہ شرم کا مقام ہے کہ پیغمبر اور ایک مرتبہ نہیں تین دفعہ جھوٹ بولے لاحول ولا قوۃ الا باللہ - سنیوں کے ایسے جھوٹے پیغمبر پر سوائے سُنی مسلمانوں کے احکام دین میں اور کون عقلمند اعتبار کر سکتا ہے - یہ عقیدہ صریح قرآن مجید کے مخالف نہیں تو کیا ہے آیت لعنۃ اللہ علی الکاذبین بتاؤ قرآن مجید کی آیت ہے یا کیا - پس بنص قرآن جب جھوٹ بولنے والا ملعون ہے تو قرآن کے مقابلہ میں تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کے الزام دینے والی حدیث کیونکر صحیح قرار دے سکتے ہو - نادانوں قرآن میں اگر ذرا بھی تم تدبر کرو تو معلوم ہو کہ ان مذکورہ غلط حدیثوں کا جن کا نام صحاح رکھا جاتا ہے) جواب قرآن میں پہلے سے ہی موجود ہے سنئے قرآنی شہادت آپ کو سناتا ہوں واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقاً نبیاً پ ۱۶ ع ۶

اور اے محمد صلعم) قرآن میں ابراہیم کا مذکور (بھی لوگوں سے) بیان) کرو کہ وہ (بھی) بڑے ہی سچے (بندے اور) نبی تھے (ترجمہ نذیر احمد سنی)

فرمایا دوستو؟ اب تم خود ہی انصاف سے کہو - کہ ہم تم سب کو قرآن کی اس شہادت پر ابراہیم خلیل اللہ کو صدیق (سچا نبی) مان لینا چاہیئے یا سنیوں کی ان مذکورہ حدیثوں کی بناء پر معاذ اللہ جھوٹا نبی ماننا چاہیئے اس کا فیصلہ تمہارے ہی انصاف پر رہا - اب خواہ تم خدا کی اس شہادت پر ایمان رکھو یا ابوہریرۂ اور مشکوۃ و ترمذی کو خدا کے مقابلہ پر زیادہ معتبر سمجھ لو - اگر خلیل اللہ جیسا صدیق پیغمبر اس قرآنی شہادت کے بعد بھی سنیوں کے نزدیک جھوٹا ہے تو پھر سنیوں کا پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر

صدیق نہ معلوم کیا کچھ ہوگا۔ شاید سنیوں میں صدیق جھوٹے کو کہتے ہوں گے انا اللہ وانا الیہ راجعون

گر ہمیں مذہب است و ایں مُلاّ
کار طفلاں خراب خواہد شد

ارشاد کیا اصل بات یہ ہے کہ سنیوں کو شیعوں کے مقابلہ میں لفظ تقیہ سے اِس قدر ضد ہے کہ وہ خلیل اللہ جیسے اولوالعزم واجب التعظیم صدیقاً نبیاً کو بھی اِن مذکورہ فی الحدیث تین باتوں میں معاذ اللہ کاذب تو کہہ دیتے ہیں۔ مگر تقیہ کرنا وہ ناگوار سمجھتے ہیں اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دلائل قاطعہ سے یہ ثابت کروں کہ خلیل اللہ نے ان تینوں باتوں میں ہرگز ہرگز جھوٹ نہیں کہا ہے بلکہ تقیہ کیا ہے مگر نادانوں نے عدم تدبر کی وجہ ان باتوں کے ظاہر پہ نظر رکھتے ہوئے جھوٹ سمجھ لیا ہے۔

فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تین موقعوں پر تقیہ کیا اور ان میں سے ایک میں بھی جھوٹ نہیں کہا ہے اول آیت فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم پ۲۳ ع ۷

یعنے پھر ابراہیمؑ نے ستاروں کی رفتار دل) میں نظر کی۔ پس فرمایا کہ میں بیمار ہوں

دوم یہ فرمایا ھذہ اختی۔ یعنے یہ (سارہ جو ان کی زوجہ تھی) میری بہن ہے۔

سوم۔ قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون پ۱۷ ع ۵

یعنے ابراہیم علیہ السلام نے کہا بلکہ یہ (بت) جو ان (سب) میں بڑا ہے اس نے یہ حرکت کی ہے اگر یہ (بت) بول سکتے ہوں تو انہیں سے پوچھ دیکھو

ارشاد کیا صاحبان؟ بس وہ تین باتیں یہی ہیں جن کو اہلسنت تو ابراہیم کا جھوٹ بولنا بیان کرتے ہیں اور شیعہ ان کو خلیل اللہ کا تقیہ کرنا ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ شیعوں کے نزدیک تمام انبیاء اور ائمہ اور خلفاء رسول اول عمر سے آخر تک عمداً۔ سہواً کبیرہ اور صغیرہ تمام

گناہوں سے معصوم تھے۔ اس لئے شیعوں کے نزدیک ابراہیم خلیل اللہ بھی چونکہ معصوم تھے لہذا کوئی بات ان تینوں باتوں میں سے اس نے جھوٹ نہیں کہی بلکہ توریہ اور تقیہ کے رنگ میں خلیل اللہ نے یہ باتیں کہیں تھیں۔ کند دماغ اور سقیم العقل اس کو نہیں سمجھ سکے۔

فرمایا حضرات؟ اس ابراہیمی تقیہ کے پوری حقیقت سمجھنے کے لئے میں اصل واقعہ متعلقہ آپ کو سناتا ہوں وہ یہ ہے کہ خلیل اللہ کو ایک مرتبہ چنگنگیا میں پکڑ لیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے تو آپ نے فرمایا ھذہ اختی اور دل میں کہا فی الدین یعنے یہ دینی بہن میری ہے کیونکہ منکوحہ باوجود زوجہ ہونے کے بھی اخوت دینی شوہر سے خارج نہیں ہوتی۔ پھر اس میں جھوٹ کون سی بات ہوئی ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً ان لفظوں میں تقیہ کیا ہے ورنہ وہاں عمال چونگی ان کو تکلیف پہونچاتے۔ اہلسنت شیعوں کی ضد میں ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو لفظ تقیہ سے جو شرعاً جائز ہے۔ تعبیر کرنا نہیں چاہتے مگر لفظ کذب (جھوٹ) سے جسکو قرآن نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت میں ملعون قرار دیا ہے۔ ابراہیم جیسے خلیل اور اولوالعزم پیغمبر کو منسوب کر دیتے ہیں اب ان کے باقی دو خیالی اور وہمی جھوٹوں کی اصلیت کو بھی سُن لیجئے اور تدبر کیجئے کہ کیوں کر بات کا بتنگڑ بنایا گیا ہے۔ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے چچا آزر بت تراش اور اس کی قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو فرمایا ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون قالوا وجدنا اٰبائنا لھا عابدین قال لقد کنتم و اٰبائکم فی ضلال مبین قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین قال بل ربکم رب السمٰوات والارض الذی فطرھن وانا علےٰ ذلک من الشاھدین پ۱۷ ع۶

یعنے یہ مورتیں جن کی (پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو۔ یہ ہیں کیا چیز
وہ بولے ہم نے اپنے بڑوں کو ان ہی کی پرستش کرتے دیکھا ہے

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بے شک تم اور تمہارے بڑے صریح گمراہی میں پڑے رہے وہ بولے کیا تو ہمارے پاس بات لے کر آیا ہے یا دل لگی کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا (دلگی کی بات نہیں) بلکہ آسمان اور زمین کا پروردگار جس نے ان کو پیدا کیا (وہی) تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اس کا گواہ ہوں۔

فرمایا اس مناظرہ کے بعد دوسرے روز نمرودیوں کے عید کا روز تھا۔ حسب معمول لباس ہائے فاخرہ پہن کر اطعمہ لذیذہ پکا کر بتوں کے سامنے رکھدیئے اور سربسجود گر پڑے اس کے بعد اس طعام کو متبرک سمجھ کر سب نے متبرکاً کھا لیا۔ اور اپنی عیدگاہ میں سیر و سیاحت کی غرض سے سب چلے گئے ابراہیم خلیل اللہ کو بھی ہمراہ لیجانے کی انہوں نے کوشش کی فنظرہ نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم پ۲۳ ع ۷ سورہ صافات حضرت خلیل تپ غب میں مبتلا تھے۔ انہوں نے ستاروں کو نشان کیا ہوا تھا جب وہ خاص مقام پر پہونچ جاتے تو ابراہیم کو ضرور اس وقت بخار ہو جاتا۔ اسی نشان کو دیکھ کر خلیل اللہ نے فرمایا۔ کہ میں سقیم (بیمار) ہوں یعنے وہ بخار کا وقت تھا۔ آثار بھی ظاہر ہو چکے تھے اس کی مثال یوں ہے کہ خدا نے بھی فرمایا ہے انک میت و انھم میتون حالانکہ وہ ابھی مرے نہیں تھے۔ مگر چونکہ انہوں نے مرنا ضرور تھا اس لئے مرنے سے پیشتر ہی ان کو میت کہا گیا۔ جب یہ جھوٹ نہیں ہے تو حضرت ابراہیم کا انی سقیم کہنا بھی جھوٹ نہ تھا (تقیہ تھا)۔

فرمایا غرض جب وہ بت پرست سب کے سب عیدگاہ کو چلے گئے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑی سے ان کے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور بڑے بت کی ناک کاٹ کر اس کے گلے میں کلہاڑی ڈال دی اور وہاں سے چلے گئے نمرودی واپس لوٹنے پر بتوں کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ قالوا من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین کہا کہ کس نے ہمارے خداؤں کا ایسا حال کیا ہے یہ تحقیق کہ وہ شخص

ظالموں میں سے ہے۔ نمرود نے اس امر کی تحقیق کے لئے کچھ ملازم دوڑائے انہوں نے جب لوگوں سے دریافت کیا قالوا سمعنا فتیً یذکرھم یقال لہ ابراھیم تو لوگوں نے کہا ہم نے یہ سنا ہے کہ ایک جوان جس کو ابراہیم کہتے ہیں۔ تمہارے ان خداؤں کو بدی کے ساتھ یاد کرتا تھا۔ نمرود اور اس کے وزرا نے یہ سنکر کہا فاتوا بہ علی اعین الناس لعلھم یشھدون کہ ابراہیم کو لوگوں کے سامنے حاضر کرو تاکہ (اس کے سامنے) شہادت دیں تب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پکڑ کر لے گئے اور نمرود کے سامنے پیش کر دیا قالوا أأنت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم نمرود اور اس کے وزراء نے کہا کیوں ابراہیم کیا تم نے ہمارے خداؤں سے ایسی حرکت کی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں نے بت نہیں توڑے کیونکہ ایسا کہنا جھوٹ تھا۔ البتہ ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں تقیہ ضرور کیا قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون یعنے بلکہ اس بڑے بت نے ایسا کیا ہے اگر یہ (بت) بول سکتے ہیں تو انہیں سے پوچھ لو (ترجمہ نذیر احمد سنی) یہی تقیہ ہے مذکورہ ترجمہ میں تدبر کرو۔

فرمایا غور کرو؟ منشاء تقیہ اس میں یہ ہے کہ بل فعلہ کبیرھم کو ان کانوا ینطقون کے ساتھ مقید اور مشروط کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں فاسئلوھم خبر مقدم ہے اور ان کانوا ینطقون مبتداء مؤخر۔ جو عربی قواعد کے لحاظ سے جائز سمجھا جاتا ہے پس تقدیر کلام یوں ہے کہ بل فعلہ کبیرھم ھذا ان کانوا ینطقون فاسئلوھم اور اسی تقدیر کلام کے مطابق مولوی نذیر احمد سنی نے بھی ترجمہ کیا ہے اور تفسیر کبیر جلد ششم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۳ سطر ۲۴ میں امام فخر رازی نے بھی اس آیت میں تعلیق بالشرط اور تقدیم و تاخیر مبتداء و خبر کو مان لیا ہے۔ پس معنے اس آیت کے یوں ہوئے کہ بلکہ اس بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ اگر یہ بات کر سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔

ارشاد کیا صاحبان، خدارا انہیں انصاف سے بتاؤ کیا بت بھی کبھی باتیں کیا کرتے ہیں (جواب نہیں ہرگز نہیں) جب بت بات ہی نہیں کر سکتے تو پھر یہ فعل بھی ان کا نہیں ہے۔ بتاؤ ابراہیم علیہ السلام نے اس میں کون سی جھوٹ بات کہی جس پر اس صدیقاً نبیاً کو خواہ مخواہ جھوٹ بولنے کا آپ نے الزام دیا اور اس فرضی جھوٹ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا طوق لعنت (معاذ اللہ) تم نے انکو پہنا دیا۔ آخر یہ کیا۔ اسلام ہے۔ یا دائرہ کے لونڈوں کا کھیل اور تماشا جنھوں نے نہ قرآن کی عظمت کا لحاظ کیا۔ نہ انبیاء کے عصمت کی پرواہ کی۔ نہ خدا پر افتراء ہونے کا خوف۔ آخر اس قدر سرکشی کے معنے کیا ہیں۔ نادانو مذہب اسلام پر رحم کرو اور اغیار کی نظروں میں ایسی ذلیل باتوں سے زیادہ رسوا ہونے کا باعث نہ بنو اور جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر پر جسکو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں صدیقاً نبیاً (سچا پیغمبر) کے معزز خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ تین مرتبہ جھوٹ بولنے کا جو افتراء بہتان عظیم تم کر چکے ہو۔ آیندہ توبہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ صریحاً اس مخالفت قرآنی وانحراف احادیث اور تکذیب وتحقیر اور تذلیل انبیاء علیہم السلام کی پاداش میں۔ تم زجر و عتاب اور تقدیر الہی سے بچ نہیں سکتے ہو

پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کا تقیہ

فرمایا عزیزو، غور کرو کہ صدر اسلام میں جب رسول خیر الانام علیہ و آلہ السلام ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے تو وہ کتنا عرصہ تقیہ کرتے رہے اور جب مبعوث ہو گئے تو بنابر روایات اہلسنت جماعت کامل تین برس تک اپنے امر کو حضور پیغمبر علیہ وآلہ السلام نے مخفی رکھا تین برس تقیہ کرنے کے بعد جب آیت فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین پ ۱۴ ع ۶ سورہ حجر یعنے پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول

کر سنا دو اور مشرکین کی مطلق پرواہ نہ کرو نازل ہوئی تب امر رسالت
کو علے الاعلان ظاہر کیا اور یہ تین برس کامل تقیہ کرتے رہے ،
تفسیر در منثور۔ جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۶ سطر ۳۱ میں امام سیوطی
لکھتا ہے عن ابی عبیدہ ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال
ما زال النبی صلعم متخفیاً حتی نزل فاصدع بما توئمر فخرج ھو واصحابہ

یعنے ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا پیغمبر صلعم ہمیشہ
اپنے امر کو پوشیدہ رکھتے تھے جب تک کہ آیت فاصدع بما تومر
یعنے جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دو۔ نازل ہوئی۔ اس وقت
پیغمبر صلعم اور ان کے اصحاب اس کام کے لئے نکل پڑے۔

ایضاً صفحہ ۱۰۷ سطر ۱۱ واخرج ابو نعیم فی الدلائل من طریق السدی
الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان رسول
اللہ صلعم مستخفیاً سنین لا یظہر شیئاً مما انزل اللہ حتی نزلت فاصدع
بما تومر انتہےٰ بلفظ

یعنے ابن عباس نے کہا کہ پیغمبر صلعم کئی برس تک اپنے امر کو پوشیدہ
کرتے رہے اور کسی امر کو بھی اس عرصہ میں ظاہر نہیں کیا جو
خدا نے ان پر نازل کئے تھے یہاں تک کہ آیت فاصدع بما تومر
نازل ہوئی

فرمایا صاحبان؟ اب اس سے صاف ثابت ہوا کہ آیات نازل ہونے
کے باوجود بھی پیغمبر علیہ وآلہ السلام کفار قریش کے خوف سے امر رسالت
میں تقیہ کرتے رہے۔ جب سنیوں نے متفقاً تقیہ رسول صلعم کو تسلیم
کر لیا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر لفظ تقیہ سے یہ لوگ کیوں اس قدر
چڑتے اور عداوت کرتے ہیں اس عمل رسول (تقیہ) کو اگر بوقت ضرورت
شیعوں نے بھی تسلیم کر لیا تو کون سا گناہ کیا۔ یہ تو تاسی پیغمبر اسلام اور
تعمیل حدیث خیر الانام اور اطاعت خداوند علام ہے جس پر ہر مسلمان کو
بوقت ضرورت عامل ہونا فرض ہے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۴۱۹ سطر ۲۸ میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے وما زال النبی صلعم مستخفیاً حتی نزلت ھذہ الآیۃ ثم قال تعالی واعرض عن المشرکین ای لا تبال بھم ولا تلتفت الی لومھم ایاک علی اظہار الدعوۃ انتہے بلفظہ

یعنے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام ہمیشہ اپنے امر کو پوشیدہ رکھتے تھے جبتک کہ یہ آیت فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔ اس کے بعد خدانے فرمایا اور مشرکوں سے اعراض کر۔ اور ان کی پرواہ نہ کر اور اظہار دعوت توحید واسلام پر ان میں سے کسی کے لومۃ لائم کی طرف توجہ ہی نہ کر اور اپنا کام کئے جا

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۹۹ سطر ۳۱ میں امام بغوی نے لکھا ہے وروی عن عبداللہ بن عبیدہ قال کان مستخفیاً حتی نزلت ھذہ الایۃ فخرج ھو واصحابہ انتہے بلفظہ

یعنے عبداللہ بن عبیدہ نے کہا کہ پیغمبر صلعم نے اپنا مشن مخفی اور پوشیدہ رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ یہ آیت فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔ اس وقت پیغمبر صلعم اور صحابہ اپنا مشن پورا کرنے کے لئے نکلے

تفسیر غرائب القرآن جلد دوم صفحہ ۵۰۴ سطر ۸ میں نظام نیشا پوری رقمطراز ہے وما زال النبی مستخفیاً حتی نزلت ھذہ الایۃ قال واعرض عن المشرکین ای لا تبال بھم ولا تلتفت الی لومھم ایاک علی اظہار الدعوۃ

یعنے پیغمبر صلعم ہمیشہ اپنے مشن کو مخفی (تقیہ میں) رکھتے تھے یہاں تک کہ آیت فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔ اس کے بعد خدائے تعالے نے فرمایا کہ اعراض کر مشرکوں سے یعنے ان کی کچھ پرواہ نہ کر اور اسلام و توحید کی دعوت ظاہر کرنے پر ان کے ملامت کرنے کی طرف توجہ مت کر اور تبلیغ کا کام کئے جا۔

تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۲۴ سطر ۲۳ میں امام العلامہ شیخ حسین دیار بکری یوں رقمطراز ہیں روی انہ کان رسول اللہ صلعم

یستر النبوۃ و یدعو الی الاسلام فی السر ثلاث سنین وکان ابوبکر ایضاً یدعو من یثق بہ من قومہ فلما مضت من النبوۃ ثلاث سنین نزل قولہ تعالیٰ فاصدع بما تومر فاظہر الدعوۃ الی الاسلام انتہے بلفظہ

یعنے حدیث سے ثابت ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے تین برس تک نبوت کو مخفی (تقیہ میں) رکھا اور یہ تین برس پوشیدہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے اور حضرت ابوبکر بھی اسی طرح پوشیدہ (تقیہ) اپنی قوم میں جن پر پورا اعتماد اور وثوق رکھتا اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ پس جب اس طرح (تقیہ میں) نبوت کو تین برس گذر چکے تو آیت فاصدع بما تومر جس پر تو مامور ہوا ہے کھول کر علے الاعلان بیان کرنا نازل ہوئی تو اس وقت پیغمبر صلعم نے (تقیہ کرنا چھوڑا) اور دعوت اسلام کو عام طور پر ظاہر کیا۔

فرمایا مواھب لدنیہ میں قسطلانی نے بھی ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے اور کتاب الشان العیون میں برہان الدین سنی نے اور کتاب ابطال الباطل میں فضل بن روزبھان وغیرھم نے بھی پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کا تین برس تک تقیہ کرنا اور نبوت واسلام کو پوشیدہ رکھ کر قابل وثوق واعتماد لوگوں کو توحید اور اسلام کی دعوت دیتے رہنا مفصل ذکر کیا ہے سنادانوں تم شیعوں کی ضد اور مخالفت میں کیوں اپنی سب مذہبی کتابوں کی تکذیب کر رہے ہو اور ان کو ناقابل وثوق واعتماد ٹھہرا رہے ہو کم از کم جب خدا کی ماری زینت الماری کی صحت سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ اسی پر عمل کرو۔ صحیح بخاری جلد نمبر ۸ مطبوعہ بمبئی باب الاکراہ صفحہ ۲۰ سطر ۷ میں بھی تو حسن بصری کی روایت موجود ہے جو اس نے کہا ہے۔ التقیۃ باقیۃ الی یوم القیٰمۃ بلفظہ کہ تقیہ (بوقت ضرورت امت مرحومہ میں) قیامت تک باقی ہے جب تمہارے صحیح ترین کتاب میں بھی یہ مذہبی حکم (تقیہ کرنا) موجود ہے تو تم کیونکر اس سے انکار کر کے عقیدہ

تقیہ سے بری الذمہ ہو سکتے ہو۔ ورنہ پھر صاف کیوں نہیں کہہ دیتے ہو کہ ہم قرآن اور حدیث کے پابند نہیں رہ سکتے۔

ارشاد کیا۔ کیوں صاحبان اس قدر وضاحت اور صراحت کے بعد تقیہ بوقت ضرورت سے کون انکار کر سکتا ہے اور اس طرح خواہ کوئی سارے قرآن سے انکار ہی کر دے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے ورنہ حلقۂ اسلام کے اندر قرآن وحدیث کو مانتے ہوئے کوئی شیعہ ہو خواہ سنی تقیہ بوقتِ ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔

فرمایا پس بہرحال ابتداء بعثت میں کامل تین برس تک پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کا باتفاق فریقین تقیہ کرنا ثابت ہونے کے علاوہ کون مسلم زادہ واقعہ غار ثور سے انکار کر سکتا ہے انصاف سے کہنا کہ پیغمبر صلعم اور حضرت ابوبکر کفار قریش کے خوف کیوجہ سے کیا غار ثور میں نہیں چھپے۔ چھپے اور تین روز تک ضرور چھپے رہے۔ یہ تقیہ پیغمبر اور ابوبکر کا نہیں تو کیا ہے۔ ہمارے سنی دوستوں کے نزدیک حضرت ابوبکر کا رسولِ خدا صلعم کے ساتھ کفار کے خوف سے غار ثور میں تقیہ کر کے چھپ رہنا ہی تو ایک ایسی فضیلت ہے جس نے حضرتِ ابوبکر کو دنیا میں یارِ غار کے معزز عہدے پر سرافراز کیا ہے کہ آج سنی دنیا میں انکے جلسوں میں وعظوں میں۔ تقریروں میں تحریروں میں مسجدوں میں محرابوں اور منبروں پر اذھما فی الغار کی تلاوت بار بار کیجارہی ہے اور ابوبکر صاحب کا یارِ غار پیغمبر ہونا بڑے فخر اور مباہات سے بیان کیا کرتے ہیں

ارشاد کیا صاحبان کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سنیوں نے (نتیجہ تقیہ) "یارِ غار" کا لفظ تو خوب زبانی رٹ لیا ہے۔ مگر جس تقیہ کے صدقہ میں وہ یارِ غار رسول بنے۔ اس کو نفاق۔ کذب۔ کفر۔ الحاد اور نہ معلوم کن کن ذلیل لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ نادانوں تقیہ اگر ایسا ہی برا فعل تھا تو کیوں ابوبکر نے تقیہ کر کے غار میں پناہ لی۔ آخر تم کو کسی فضول

پر تو قایم رہنا چاہیئے - اگر تقیہ برُا فعل ہے تو ابو بکر کے حق میں اس کا نتیجہ (یار غار) کے لفظ سے کیوں فخر اور مباہات سے بیان کیا جا رہا ہے بُرے فعل کا نتیجہ تو قاعدہ کے رو سے لازماً بُرا سمجھا جانا چاہیئے - اب اس کا الٹ لے لو - کہ جس فعل کا نتیجہ اچھا ہے وہ فعل بھی لازماً اچھا ہونا چاہیئے - اس بنا پر ابو بکر صاحب کا یار غار ہونا اگر قابل فخر ہے تو ان کے یار غار بننے کا سبب تقیہ بھی نیک فعل ہے -

فرمایا دوستو؛ ضد اور ہٹ کو چھوڑ کر اس استدلال میں غور کرو - میں یقین کرتا ہوں کہ سعید روحیں صداقت اور حقیت تقیہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتیں -

حضرتِ ابوبکر کا قبل از وقت تقیہ چھوڑنے کا نتیجہ

فرمایا عزیز دوستو؛ یا تو وہ دن تھا کہ حضرت ابوبکر صاحب نے تقیہ کے ذریعہ وہ عزت حاصل کی کہ یار غار ہونے کا اعزازی تمغہ ان کو عطا کیا گیا یا اب قبل از وقت تقیہ چھوڑ دینے کے سبب جناب کی جسقدر بے ادبی کی گئی سنکر دوستوں کا کلیجہ منہ کو آتا ہے -

معارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور - رکن سوم - باب دوم فصل سوم وقائع سال ششم از نبوت صفحہ ۲۰ سطر ۱۴ میں علامہ ملا معین کاشفی یوں رقمطراز ہیں کہ "روایت است کہ ہم دراں آوان کہ حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان آورد پیش ازاں روز واقعۂ دیگر بظہور پیوست و آنچناں بود کہ چون صحابہ رضی اللہ عنہم بسی و نہ نفر رسیدند - ابوبکر گفت یا رسول اللہ صلعم چرا اسلام را پنہان داریم و آشکارا نکنیم حضرت صلعم فرمود کہ ہنوز قوت تمام نداریم ابوبکر بسیار مبالغت نمود با حضرت رسالت صلعم از خانہ بیرون رفتند و در حرم بنشستند و ابوبکر بایستاد و خطبۂ بلیغ برخواند و آن اول خطبۂ بود کہ در اسلام خواندہ و در خطبۂ دعوت اسلام نمود و مشرکان را بغایت ناخوش آمد و بغلظت تمام باہل اسلام برخاستند

والوبکر رضی اللہ عنہ درمیان گرفتند و عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعنۃ نعلین بر گرفت وچندان بر روے ابوبکر زد کہ بینی او از رخسارہ ممتاز نمی گشت تا بنو تیم رفتند و ابوبکر را از دست ایشاں خلاص کردند و در جامہ پیچیدہ بخانہ او بردند داو در صدد ھلاک رسیدہ بود و آں روز تا شبانگاہ بیہوش افتادہ بود

اس فارسی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب ۳۹ آدمی مسلمان ہو چکے تھے تو حضرت ابوبکر نے پیغمبر صلعم سے کہا کہ حضور ہم کیوں اسلام کو پوشیدہ رکھیں (تقیہ کیوں کریں) پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ اے ابوبکر ابھی ہم پوری طاقت (مقابلہ کفار کی) نہیں رکھتے (لہذا ابھی تقیہ کرنا چاہیئے) مگر حضرت ابوبکر نے بہت اصرار کیا۔ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھنا شروع کیا اور وہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا۔ آپ کا خطبہ پڑھنا تھا کہ کفار مشرکین کو سخت ناگوار گذرا۔ بصد غیظ و غضب اسلام پر حملہ آور ہوئے اور حضرت ابوبکر کو درمیان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ عتبہ بن ربیعہ ملعون نے کہ اس کے منہ میں خاک پڑے جھٹ جوتیاں اتار لیں اور حضرت ابوبکر کے منہ پر اس قدر زور سے ماریں کہ ناک اور رخساروں میں تمیز نہ ہو سکی (یعنے ناک کدہر ہے اور رخسارے کدہر؟ بن کیا گئے ہوں گے) آخر الامر بنی تمیم کے قبیلے کے لوگ گئے اور خلیفہ صاحب کی خلاصی کرائی اور کپڑے میں لپیٹ لپاٹ کر بیچارے ضعیف العمر کو گھر لے گئے۔ قریب المرگ ہو گئے تھے اور اس روز شام تک حضرت ابوبکر بیہوش پڑے رہے۔

ریاض النضرہ جو سنیوں کی معتبر اور مشہور کتاب ہے میں بھی ام المسلمین حضرت عائشہ کی زبانی یہ واقعہ مفصل مرقوم ہے۔ جسکا شروع اس طرح ہوا ہے عن عائشۃ قالت لما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلعم وکانوا تسعۃ وثلثین رجلاً الخ اور اخیر اس طرح پر ہے حتی ما یعرف انفہ من وجھہ

ارشاد کیا۔ کیوں سنتے ہو اکابر علماء محدثین اہلسنت نے قبل از وقت حضرت ابوبکر کے تقیہ نہ کرنے کا کیسا دل ہلا دینے والا نتیجہ ذکر کیا ہے اس بزرگ قوم کی یہ قابل عبرت حالت سنکر یقیناً کوئی تعلیم یافتہ عقلمند خواہ مخواہ ایسی فضیحت اور تکلیف ترک تقیہ کی وجہ پسند نہیں کر سکتا۔ جس سے اسلام کو کوئی فایدہ بھی نہ پہونچ سکے اور نقصان بھی اٹھایا جائے یہ تو وہی مثال ہوئی۔ نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ

فرمایا دوستو یاد رکھو کہ ہر حالت میں ہر مسلمان پر اسلام کی حفاظت فرض عین ہے یہ حفاظت اسلام خواہ تقیہ کرنے سے حاصل ہو یا تقیہ چھوڑنے سے۔ سنو ایک وقت تھا کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے محض حفاظت اسلام کے لئے تقیہ کیا اور غار ثور میں مخفی ہوئے۔ اگر اس وقت تقیہ چھوڑ کر کفار کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے۔ تو نتیجہ یہی نا کہ شہید ہو جاتے۔ پھر یہ مکمل اسلام تمام زمین شور و شیریں پر کیونکر پھیلتا۔ تبلیغ تو اس وقت تک کی نہیں گئی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ اس وقت تقیہ کرنے میں ہی اسلام کی حفاظت مضمر تھی اور اسی لئے پیغمبر صلعم نے بھی تقیہ کیا اور جب اسلام کو پوری طاقت حاصل ہو گئی اور غلبہ ہوا تو پھر تقیہ کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے طاقت حاصل ہونے پر اسلام کی حفاظت میں صرف ترک تقیہ کیا گیا بلکہ جنگ بھی ہوئی۔ فتوحات کئے گئے اور تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ ہوئی اور موقع و محل فایدہ بھی اسلام کو خاطر خواہ حاصل ہوا۔

جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ

فرمایا اسی اصول پر جسکو میں بیان کر چکا ہوں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۳۹ انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت انصار و اعوان کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ

کرنے سے اگر پیغمبر صلعم کی شجاعت و قوت و جرئت پر کوئی حرف نہیں وارد ہوا تو لازماً نفس رسول (علی) پر جو کسی طرح پیغمبر صلعم سے کسی وصف میں بھی زیادہ نہیں تھے کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔

مزید بر ایں جناب امیرؑ نے بھی محض حفاظت اسلام کے لئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے تو صدر اسلام کا زمانہ تھا اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا۔ پس علیؑ نے بنا بر احادیث معتمدہ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی اور تقیہ میں رسول اللہ صلعم کی طرح وہ زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر ان کو بیعت ثلثہ کے لئے مجبور کیا جاتا تو لازماً پھر وہ بیعت کے مقابلہ میں ذو الفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے اور تقیہ توڑ ڈالتے مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کے لئے وہ مجبور کئے گئے نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی باعتراف اکابر علماء اہلسنت علیؑ نے سیرت ثلثہ پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا اور آپ نے دوران خلافت میں اصحاب ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زایل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیاء کیا

امام حسن علیہ السلام کا تقیہ

فرمایا دوستو یاد رکھو کہ علی علیہ السلام کے بعد امام حسن علیہ السلام نے بھی محض حفاظت اسلام کی غرض سے تقیہ کیا اور معاویہ سے صلح کر لی اور ناحق بغیر وجہ موجہ شرعیہ کے مسلمانوں کی خون ریزی پر راضی نہیں ہوئے معاویہ نے بھی اسی قدر مصالحت کو غنیمت سمجھ لیا اور بیعت کا مطالبہ امام حسن سے نہیں کیا جیسا کہ روایات معتمدہ سے یہ ثابت ہے کہ امام حسن علیہ السلام بھی قرآن حدیث رسول اور سیرت علی علیہ السلام پر چلتے رہے۔ سیرت ثلثہ یا معاویہ پر چلنا انہوں نے پسند نہیں کیا۔

ورنہ معاویہ اگر امام حسن علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کرنے میں ناعاقبت اندیشی سے کام لیتا تو طوفان کربلا کا نمونہ پہلے وہیں نظر آجاتا۔ تقیہ سے امام حسنؑ جس طرح تحفظ اسلام کر رہے تھے پھر ترکِ تقیہ سے ان کو بھی اسلام کا تحفظ کرنا پڑتا اور مجبوراً امام حسن علیہ السلام بھی ذوالفقار علی کو بیعت کے مقابلہ میں ترجیح دے کر تقیہ توڑ ڈالتے اور معاویہ کو قتل کر ڈالتے یا خود شہید ہو جاتے اس لئے معاویہ نے دور اندیشی سے کام لے کر صرف صلح پر قناعت کی اور امام حسنؑ نے بھی حفاظت اسلام کے لئے صلح کی صورت میں تقیہ کرنا ہی مناسب سمجھ لیا اور اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے آخر الامر جعدہ کے ذریعہ زہر ہلاہل سے آپ شہید کروا دیئے گئے یہاں تک کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا زمانہ پہونچ گیا

سید الشہدا امام حسینؑ کا ترک تقیہ

ارشاد کیا مظلوم کربلا شہید نینوا روحی لہ الفدا کے حالات تم سے پوشیدہ نہیں ہیں جو کسی تفصیل کے محتاج ہوں۔ میں صرف اسی قدر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر حضرت امام حسن علیہ السلام کے تقیہ کرنے پر حفاظتِ اسلام مبنی تھی تو امام حسین علیہ السلام کے تقیہ ترک کرنے میں اسلام محفوظ رہ سکتا تھا ورنہ ایک بھی سچا مسلمان روئے زمین پر باقی نہ رہتا۔ کیونکہ یزید جیسے فاسق۔ کافر۔ بیدین۔ شارب الخمور وراکبِ الفجور نے تو حسین علیہ السلام کی موت وحیات کو منحصر کر دیا ہوا تھا۔ اس بات میں کہ حسین علیہ السلام بیعت یزید اختیار کریں۔ یا شہید کر دیئے جائیں۔ حسین علیہ السلام نے بہت کوشش کی کہ یزیدی گروہ بیعت کے خیال کو چھوڑ دیں اور حسینؑ بھی حسنؑ کی طرح تقیہ میں زندگی بسر کر جائیں۔ یہاں تک کہ مظلوم کربلا علیہ السلام راضی ہو گئے تھے کہ اگر ان سے بیعت نہ لی جائے تو وہ اپنا آبائی وطن بھی (ملکِ حجاز) چھوڑ

کہ محض اسلام کی حفاظت کی غرض سے بلادکفار کی طرف ہجرت کر جائیں۔ مگر کلاب دنیا سواء بیعت اختیار کر لینے کے۔ کسی طرح بھی حسین علیہ السلام سے راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ امام معصوم مفترض الطاعۃ کا یزید جیسے خلیفہ کی بیعت کر لینے میں چونکہ اسلام کا مٹ جانا یقینی امر تھا۔ لہذا حسینؑ اس کی بیعت پر راضی نہیں ہوئے اور مجبوراً ان کو تقیہ چھوڑ دینا پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہی اصول (حفاظت اسلام) پر امام حسن علیہ السلام کو باقتضاء موقع و محل تقیہ کرنا واجب تھا اور امام حسین علیہ السلام کو تقیہ چھوڑنا واجب ورنہ اسلام نیست و نابود ہو جاتا اور ایک سچا خدا پرست بھی آج روئے زمین پر نظر نہ آتا۔ جس پر خواجہ اجمیری کی یہ رباعی گواہ ہے

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دیں ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بناء لا الہ ہست حسینؑ

اس کے بعد قبلہ و کعبہ دام ظلہ نے مصائب کربلا اور شہادت علی اصغر علیہ السلام کا واقعہ کچھ ایسے لہجہ مظلومیت میں بیان فرمایا کہ علیہ میں گریہ و بکا سے کہرام مچگیا اس قدر رقت ہوئی کہ گویا در و دیوار سے یا حسینؑ اور وا مظلوم کی آوازیں بلند تھیں اور بلا تمیز سب شیعہ اور سنی بے اختیار رو رہے تھے۔

ختم مصائب کے بعد قبلہ و کعبہ دام ظلہ نے فرمایا۔ صاحبان اب استجابت دعا کا وقت ہے بعد از دعائے خاتمہ بالخیر کے آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس مذہبی آزادی کے قیام و دوام کے لئے صدق دل سے آمین کہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت آپ بہت ہی ناشکر گذار ہونگے اگر آپ اس کا اعتراف نہ کریں کہ ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی عدالت اور انصاف پسندی کی مثال اور نظیر دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی فی الواقع بادشاہ وقت کے حقوق میں ایک اہم حق یہ ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ کے عدل و

انصاف کے شکر گذاری میں ہمیشہ رطب اللسان رہے - اس میں بھی حضور پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کی تاسی مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپ نے بھی نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان کیا ہے - اس لئے ضروری ہے کہ حضور کی تاسی میں مسلمان اس مبارک مہربان منصف اور عدل گستر برطانیہ عظمےٰ کی دعا گوئی اور ثنا جوئی کریں اور اس کے احسانوں کے شکر گذار رہیں -

فرمایا صاحبان ؛ غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کیونکر بے خوف و خطر پوری آزادی کے ساتھ آج سرِ میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو اور کس طرح ریل - ڈاک - تار اور دیگر ہر قسم کے سامان جن سے تبلیغ کی مشکلات میں بہت کچھ آسانیاں حاصل ہوئیں اس مبارک اور مسعود عہد میں ہمیں میسر آئے ہیں جو پہلے کبھی کسی حکومت میں موجود نہ ہوتے تھے اسی ہندوستان میں گذشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہیں کہہ سکتے تھے اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا کوئی باقاعدہ تحقیقات نہ ہوتی تھی - مگر یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم ہندوستان میں ایسی مبارک مہربان سلطنت کے تحت عدالت و انصاف ہیں کہ وہ ان تمام عیوب اور خود غرضیوں سے پاک ہے - جس کو مذاہب کے اختلاف سے کوئی بھی اعتراض نہیں ہے اور جس کا قانون ہے کہ سب مذاہب آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض کو ادا کریں - لہذا اس سلطنت (برطانیہ عظمےٰ) کے وجود و بقاء اور قیام و دوام کے لئے تمام احباب دعا کریں اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام اور خاص کر شیعوں کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے ہمیشہ صدق دل سے شکر گذار رہیں اور اس کے ساتھ

دل سے وفادار رہنا اپنا شعار بنالیں اور ان کے خلاف جلسوں اور مظاہروں میں شریک اور معین ہونے سے قطعاً احتراز کریں

المفسر

علی الحائری

قصیدہ در حقیقت تقیہ از جناب سید عنایت علیشاہ صاحب عنایت ایڈیٹر در نجف سیالکوٹ

کسی مومن سے انکار تقیہ ہو نہیں سکتا — جو منکر ہے تقیہ کا وہ شیعہ ہو نہیں سکتا

مسلماں فرقۂ آلِ امیہ ہو نہیں سکتا — سو شیعہ کوئی بھی حی الشریعہ ہو نہیں سکتا

نبی ہو اور جھوٹا ہو یہ بھیا ہو نہیں سکتا — کہا اسکا کبھی صدق علیاً ہو نہیں سکتا

اسے حاصل کبھی اوج ثریا ہو نہیں سکتا — صبیح من کان فی المھد صبیاً ہو نہیں سکتا

کہو اے سنیو! اگر جھوٹ ابراہیم نے بولا — بجا پھر کان صدیقاً نبیاً ہو نہیں سکتا

ولا تلقوا بایدیکم پڑھو غور و تامل سے — کسی عاقل سے فتنہ کا تہیہ ہو نہیں سکتا

برائے حفظ جان و مال از دربار رحمانی — کوئی بڑھ کر تقیہ سے عطیہ ہو نہیں سکتا

تقیہ سے ہیں صدہا منحرف بوبکر کے پیرو — فہتیا ہم سے پر ابن ربیعہ[۱] ہو نہیں سکتا

تقیہ توڑنے سے ناک منہ رخسار گر ٹوٹیں — تو پھر شیعوں سے مرہم کا قضیہ ہو نہیں سکتا

ہو ناحق در پئے تکذیب قرآنِ الٰہی کے — وہ ہرگز تابع خیر البریہ ہو نہیں سکتا

تو اس حصہ تقیہ میں ہے نبی کا دین اقدس سے، — کہ بن اس کے حفاظت کا ذریعہ ہو نہیں سکتا

عنایت ہے زمانہ میں کوئی اہل تمیز ایسا
کہ جس سے وقت خوفِ جاں تقیہ ہو نہیں سکتا

حاشیہ ۱ دیکھو صفحہ (۴۱) رسالہ ہذا جہاں عتبہ بن ربیعہ ملعون کا پورا واقعہ اہلسنت کی معتبر کتاب معارج النبوۃ مصنفہ ملا معین کاشفی سے بحوالہ مطبع و صفحہ و سطر پورا واقعہ مرقوم ہے ۱۲

بحسن اہتمام کربلائی شیخ غلام علی شہیدیہ مینجر خواجہ بک ایجنسی چوک نواب صاحب لاہور

احکام الرسول صلعم

انتخاب شریعت عزے اخبار رسول خدا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاکھوں حدیثوں کا لب لباب ہر فرقہ اسلام کے لئے بہتر اور مفید کتاب انگریزی سے اردو زبان کے لباس سے آراستہ ہو کر ناظرین کے پیش ہوتی ہے اس چھوٹی سی کتاب میں ہر ایک قسم کی تعلیم درج ہے میرے خیال میں ہر ایک صاحب کے پاس اس کا موجود ہونا ضروری ہے خاصکر مستورات اور بچوں کے لئے یہ بہت ہی مفید ہوگی ۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵؍)

موعظہ حسنہ الملقب بہ اظہار حقیقت بجواب رسالہ اظہار حقیقت

یہ وہی پانچ گھنٹہ کی مکمل و دلپذیر تقریر اور معرکتہ الآرا حکمت بھرا موعظہ حسنہ ہے جو ۲۸ ؍ اکتوبر ۱۹۲۲ء بموقعہ بازار موچی دروازہ لاہور سنیوں کے سات سوالوں کا جواب دیتے ہوئے جناب سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب مدظلہ نے تقریباً دس ہزار کے مجمع عام میں ۸۴ کتب معتمدہ اہلسنت سے عبارتیں پڑھ کر سنائیں اور کسی مخالف کو انکار کرنے کی جرات نہ ہو سکی اور علماء اہلسنت کو اپنے مواعظ میں آج مجبوراً ان مسائل کا اقرار کرنا پڑا ۔ موعظہ حسنہ کے مقبول عام ہونے کی اس سے بہتر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ڈیڑھ ماہ کے اندر دو ہزار کی تعداد میں فروخت ہو گیا اور سوسائٹی کو اب دوسرا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں چھاپنا پڑا ۔ قیمت فی جلد صرف ۶؍

موعظہ غدیر

یہ وہی تین گھنٹہ کی معرکتہ الآرا مکمل تقریر موعظہ غدیر ہے جو ۱۸ ماہ ذیحجۃ الحرام کو امام باڑہ خواجگان نارووالی لاہور میں عالیجناب سرکار علامہ حائری صاحب دام ظلہ نے تقریباً پانچ ہزار کے مجمع عام میں حدیث غدیر بیان فرماتے ہوئے معتمدہ کتب اہلسنت کی عبارتیں پڑھ کر سنائیں اور تبلیغ رسالت غدیر خم کا نقشہ دکھا کر قلوب مخالفین پر ہمیشہ کے لئے کبھی نہ ٹوٹنے والی مہر لگا دی قیمت فی جلد پانچ آنے ۔

موعظہ مباہلہ

یہ وہی معرکتہ آلآرا مکمل موعظہ مباہلہ ہے جو ۲۴ ذیحجۃ الحرام کو امام باڑہ شیر گڑھیاں لاہور میں حضور حجۃ الاسلام علامہ السید علی الحائری صاحب قبلہ نے موضوع مباہلہ پر جامع نکات عجیبہ تقریر کرتے ہوئے ضمناً مخالفین خلافت حقہ کی رگ حیات کو کچھ ایسی طرح دلائل ساطعہ قاطعہ سے کچل ڈالا ہے کہ تا زیست اب ہنگامہ آرائی کی ان میں جرات ہی پیدا ۱۰

المشتہر حکیم شیخ بہادر حسین سکرٹری ... خواجگان موچی دروازہ لاہور